بیاد: حضرت الحاج حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ نقوش اسلام

Issue.No12,1,2 | Feb To Apr.2023- | شعبان ۱۴۴۴ھ-فروری تا اپریل ۲۰۲۳ء | VOL.No18-19

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں الہ آبادی
حضرت مولانا ظریف احمد قاسمی ندوی مدنی
حضرت مولانا محمد ہاشم قاسمی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی
مولانا سعید الرحمٰن فیضی ندوی
مولانا محمد اکرم ندوی
مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد منذر ندوی
مولانا حسن مرچی
مولانا رشید احمد ندوی

مجلس ادارت

مفتی رحمت اللہ ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

چیف ایڈیٹر

محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی

ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Cell.09719831058
E.mail : nuqusheislam@gmail.com
masoodazizi94@gmail.com
www. nuqusheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ "نقوش اسلام" مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ.......................۲۰ روپئے
سالانہ.......................۲۴۰ روپئے
خصوصی...... ......۵۰۰۰ روپئے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۵۰ ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 9719831058

منیجر توسیع و اشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTED AT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
برکتوں کا مہینہ رمضان اور ہماری ذمہ داریاں	محمد مسعود عزیزی ندوی	
گھر واپسی کے تناظر میں		۵
مختلف حیثیتوں سے ہندوستان ہمارا	حضرت مولانا حسین احمد مدنی	
اصلاحیات		۹
استاد کے اوصاف اور طریقۂ تعلیم	مولانا نور حسن قاسمی	
تاریخ		۱۷
عہد اسلامی میں علم ریاضی میں پیش رفت	مولانا شاہد عمادی	
تجزیہ		۲۰
اس دیش میں نغمے بہنے دو اس دیش میں ہم کو رہنے دو:	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	
تربیتی		۲۶
اسمارٹ فون اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ	فیروز عبدالرحمٰن میمن	
جائزہ		۲۸
موجودہ اسرائیلی حکومت، مختلف ممالک کی تشویش:	مولانا خورشید عالم	
قانون		۳۲
مدار اسلامیہ عربیہ کو سرکاری قوانین کی روشنی میں ہر اعتبار سے محفوظ ومنظم کرنا۔	مولانا ایاز احمد	
یاد رفتگاں		۳۸
مولانا محمد عظیم خان، عظمت کا نشان	مفتی رحمت اللہ ندوی	
تعارف وتبصرہ		۴۲
تاثرات	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تعارف ڈیسینٹ اکیڈمی		۴۵
مطبوعات		۴۸
مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی شائع شدہ کتابیں		

اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہو رہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰ر روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

برکتوں کا مہینہ رمضان اور ہماری ذمہ داریاں

محمد مسعود عزیزی ندوی

رمضان بڑی برکتوں والا مہینہ ہے اس کی عظمت اور قدر و منزلت کا قرآن کریم میں تذکرہ ہے اور احادیث میں بھی اس کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "شَهرُ رَمَضان الَّذی أُنزِلَ فیهِ القُرآن،هدی لناس و بینات مِّن الهدای والفرقان "رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو کہ لوگوں کے لیے سراپا ہدایت ہے، اور اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور حق و باطل کو الگ الگ کرنیوالا ہے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: إذا دخل رمضان فُتِّحت ابوابُ الجنةوغُلِّقَت أبواب جهنم و سُلسِلَتِ الشیاطینُ "(کہ رمضان المبارک میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیطان کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں، ایک روایت میں ہے "کُلُّ عَمل ابن آدم یُضاعِف الحسنة عشرُ إمثالها إلی سَبَعَةِ مِأة ضِعف" (کہ رمضان کے مہینے میں ابن آدم کے ہر نیک عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "رمضان المبارک ایسا رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے جس میں نفل عبادت کا ثواب فرض عبادتوں کے برابر کردیا جاتا ہے اور فرض عبادت کا ثواب ستر عبادتوں کے برابر کردیا جاتا ہے"۔

رمضان کی فضیلتوں میں سے چند فضیلتیں یہ ہیں: مثلاً رمضان کی پہلی تاریخ کو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور ایک منادی آواز لگاتا ہے کہ اے خیر و برکت کے طلب گاروں! آگے بڑھو اور اے شر و معصیت کے لٹیرو! دور بھاگو، اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے بہت سے جہنمیوں کو آزادی کا پروانہ عطا کرتے ہیں۔

اس مہینہ کی فضیلتوں کا کیا کہنا کہ جس مہینے میں تمام آسمانی کتابوں کا نزول ہوا، چنانچہ رمضان کی ۴ /تاریخ کو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ اسلام پر صحائف نازل ہوئے اور رمضان کی ٦ /تاریخ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی اور اسی مہینہ میں حضرت عیسی علیہ السلام کو انجیل ملی، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ملی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن جیسی قیمتی اور لازوال کتاب عطا کی گئی، اسی قرآن شریف کے بدولت آج ضلالت و جہالت اور بدعات و خرافات میں ڈوبی ہوئی بشریت کو نور اور روشنی ملی، گم گشتہ راہ انسانوں کو ہدایت ملی اور رمضان میں ہی واقعہ بدر پیش آیا جس کی برکت سے آج دنیا میں اسلام کا بول بالا ہے، اسی مہینہ میں مکہ فتح ہوا جس کے نتیجہ میں عظمت اسلام کے پرچم لہرائے گئے، ان سب باتوں سے اس مقدس مہینہ کی عظمت وجلالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَن صَامَ رَمَضان ایماناً و احتساباً غُفِرَ لَه ماتَقدَّم مِن ذَنْبِه "" جس نے ایمان کی حالت میں احتساب کے ساتھ ثواب کی نیت سے روزہ رکھا، اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں'' اور حدیث قدسی میں خود اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے "الصَّوْمُ لی و أنا أجْزِی بِه" کہ ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر و ثواب بھی دوں گا'' روزے آپ کے لئے اس لئے ہیں کہ خدا نے آپ کو جو ہدایت دی ہے اس پر اس کی بڑائی اور کبریائی بیان کرو اور خدا کا شکر ادا کرو، تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ، یعنی تم تقوی کی زندگی اختیار کرلو۔

اللہ تعالی نے رمضان کے اس مقدس مہینے کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: پہلا حصہ یعنی پہلے دس دن امت کے لیے رحمت ہیں، امت پر اللہ تعالی کی رحمت خاصہ نازل ہوتی ہے، اور دوسرے دس دن میں روزہ دار مومنین کو اللہ تعالی کی طرف سے انعام کی شکل میں مغفرت کا پروانہ ملتا ہے، اس طرح کہ وہ پہلے اللہ کو راضی کر کے اس کی رحمت کے مستحق ہوئے اور پھر اپنے کئے ہوئے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائے، اللہ تعالی سے توبہ کی، تو اللہ تعالی کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اسکے گناہوں کو بخش دیتی ہے اور اس کو مغفرت کو پروانہ عطا کرتی ہے، تیسرے عشرہ میں اللہ تعالی کی طرف سے مومن روزہ دار بندوں کو دوزخ سے نجات کی خوشخبری سنائی جاتی ہے، جس میں رحمت الٰہی کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے اور پھر وہ عید کے دن اللہ کی رضا حاصل کر کے اپنے پروردگار سے انعامات اور بدلے کا مستحق ہوتا ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے جس نے رمضان کا بابرکت مہینہ پایا ہو اور اپنی مغفرت کا سامان مہیا نہ کیا ہو اس کے لیے ہلاکت کی بددعا فرمائی ہے۔

ان تمام باتوں کے بعد رمضان کا مسلمانوں سے یہ مطالبہ ہے کہ جو اس مہینہ کو پائے وہ اس میں روزے رکھے، گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے، کسی کا دل نہ دکھائے، کسی سے وعدہ خلافی نہ کرے، کسی کو بری بات نہ کہے، گالی گلوچ نہ کرے، نہ کسی کی چغل خوری کرے اور نہ کسی پر تہمت و بہتان لگائے، جن جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے، روزہ دار کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ غیبت، حسد، غصہ، طمع، ہر قسم کی اخلاقی گندگیوں سے اپنے کو پاک رکھے، غصہ اور اشتعال کے موقع پر بھی صبر وضبط سے کام لے اور بدگوئی و سخت کلامی کے مقابلے میں نرمی و فروتنی اختیار کرے، زبان پر ہمیشہ ذکر خدا جاری رکھے، خیالات کو پاکیزہ رکھے، نماز کا اہتمام کرے، نوافل کی کثرت کرے، تراویح میں پورا قرآن شریف سنے یا سنائے، قیام لیل کرے، یعنی تہجد پڑھے، سحری کھائے، افطار کرے، اخیر عشرہ میں اعتکاف کرے اور زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرے، غرضیکہ دن میں کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے رُکا رہے۔

اس لئے تمام مسلمانوں کا چاہئے کہ اس مہینے کی قدر کریں، اس کی عظمت کو پہنچانیں، روزہ کا اہتمام کریں، قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کریں اور اپنے آپ کو ہر طرح کی خرافات و بدعات سے محفوظ رکھیں، زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی یاد، اس کی اطاعت و عبادت میں گزاریں، اللہ تعالی انشاء اللہ اپنی رحمت و مغفرت اور برکتوں سے نوازے گا، اللہ تعالی ہم سبھی کو اس مقدس مہینہ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بار بار اس مقدس مہینہ کی برکتوں اور اس کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز فرمائے۔

گھر واپسی کے تناظر میں

مختلف حیثیتوں سے

ہندوستان ہمارا

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند

حق ہے کہ وہ اس ملک کو اپنا قدیمی آبائی وطن کہیں اور وہ اس میں حق بجانب ہیں:

ہندوستان کی بسنے والی قوموں میں صرف مسلمان ایسی اقوام قدیمہ میں سے ہیں جن کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور انسانی نشوونما فقط حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا ہے، یہی قرآن کی تعلیم ہے، باقی اقوامِ ہندیہ اس کی قائل نہیں ہیں۔

اسلامی کتابیں یہ بتاتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان ہی میں اتارے گئے اور یہاں ہی انہوں نے سکونت کی اور یہاں ہی سے اُن کی نسل دنیا میں پھیلی اور اسی وجہ سے انسانوں کو آدمی کہا جاتا ہے، چنانچہ سبحۃ المرجان فی تاریخ ہندوستان میں متعدد روایات اسکے متعلق مذکور ہیں، بائبل میں بھی اس کے حصہ عہدِ قدیم میں یہی ذکر کیا گیا ہے، تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۸ میں ہے۔

ونزل آدم بالهند ونزل معه الحجر الاسود وقبضة من ورق الجنة فبثه بالهندفنبتت شجرة الطيب فانما اصل ما يجاء به من الطيب من الهند من قبضة الورق اللتي هبط بها ادم وانما قبضها اسفا على الجنة حين اخرج منها وقال عمران بن عيينة من عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن بن عباس قال اهبط آدم بدحنا ارض الهند الخ.

سبحۃ المرجان میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا یہاں پھیلنا اور کھیتی وغیرہ کرنا مذکور ہے، بنابریں اسلامی روایات اور تعلیمات کے مطابق آبائی وطن عہدِ قدیم سے ہندوستان مسلمانوں ہی کا ہوگا، جو لوگ انسانی اور اپنی نسل کو ایسا نہیں مانتے وہ اس دعوے کے مستحق نہیں ہیں اور مسلمانوں کے لئے اس کو اپنا وطنِ قدیم سمجھنا ضروری ہے۔

بحیثیتِ مذهب بھی ہندوستان مسلمانوں کا ہی وطن ہے:

حسب تعلیماتِ اسلامیہ اور تصریحاتِ قرآنیہ جتنے پیغمبر اور ان کے جانشین دنیا میں ہوئے ہیں سب کا مذہب اسلام ہی تھا، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد اسلام کے پیرو تھے۔'' وما كان الناس الا امةواحدة ''سورۂ یونس ع ۲'' كاان الناس امة واحدة فبعث الله الآية'' سورۂ بقرۃ ع ۲۶ اور اس کے بعد جب تفرقے ہوئے تو جہاں جہاں بھی انسانی نسلیں تھیں وہاں پیغمبر اور ان کے سچے جانشین بھیجے گئے۔'' ولكل قوم هاد'' سورۂ رعد ع ۲'' وان من امة الا خلافيها '' سورۂ فاطر ع ۳- اور سچے پیغمبر اور ان کے سچے جانشین سب کے سب دین اسلام ہی رکھتے تھے'' شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا الآية'' سورۂ شوری ع ۲ ''ان الدين عند الله الاسلام ''

وغیرہ آیات اور احادیث بکثرت اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں، اسلئے ضروری ہے کے ہندوستان میں بھی قبل زمانہ خاتم النبیین حضرت محمد علیہ السلام انبیاء آئے ہوں، چنانچہ اولیاء اللہ نے ہندوستان میں مختلف مقامات پر انبیاء علیہم السلام کی قبریں بطور کشف والہام اور روحی ملاقات سے معلوم کی ہیں، حضرت مجدّد الف ثانی اور مرزا مظہر جانِ جانان رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر بزرگوں کی تصانیف میں اس کی تصریحات موجود ہیں، مگر جس طرح عیسائیوں اور یہودیوں نے تحریف وغیرہ کر کے شرک اور کفر وغیرہ اختیار کر لیا، اسی طرح ہندوؤں نے بھی اختیار کیا، چنانچہ مرزا مظہر جانِ جانان رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفصیل اپنے بعض مکتوبات میں پوری طرح فرماتے ہیں، خلاصہ یہ کہ قدیم زمانہ سے یہ ملک بھی مذہبِ اسلام کا گہوارہ رہا ہے لہذا صحیح اور یقیناً صحیح ہے کہ بحیثیتِ مذہب ابتداء سے ہی یہ ملک اسلام کا وطن ہے۔

بحیثیت سکونت جسمانی بھی ہندوستان مسلمانوں ہی کا وطن ہے:

مسلمانوں کے سواء جو قومیں ہندوستان میں سکونت پذیر چلی آتی ہیں، وہ عموماً اپنے مُردوں کو جلا ڈالتی ہیں اور ان کی راکھ کو دریا میں بہادیتی ہیں، یا پارسی اپنے مُردوں کو پرندوں کو کھلا دیتے ہیں، بخلاف مسلمانوں کے کہ وہ اپنے مُردوں کو زمین میں دفن کرتے ہیں اسلئے مسلمانوں کی سکونت جسمانی اس زمین میں زندگی میں بھی مثل دیگر اقوام رہی اور مرنے کے بعد بھی ان کی سکونت یہاں ہی رہی، اُن کی قبریں محفوظ رکھی جاتی ہیں، مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت میں ان ہی قبروں سے اُن کے مُردے اٹھیں گے، اور جو اجزاء جسم کے قبر میں مٹی ہو گئے تھے انھیں اجزاء سے ان کا جسم پھر بنایا جائیگا، لہذا مسلمانوں کی سکونت جسمانی اس سرزمین میں قیامت تک کے لئے ہے، بخلاف دوسری جلانے والی یا پرندوں کو کھلانے والی قوموں کے کہ اُن کی سکونت جسمانی صرف دنیاوی زندگی تک کے لئے ہے اور بس، اسی وجہ سے اُن کے اسلاف کا کوئی نام ونشان کسی جگہ پایا نہیں جاتا، اور مسلمانوں کے قبرستان، روضے، قبے، زیارت گاہیں وغیرہ وغیرہ ہر جگہ موجود ہیں اور مسلمان ان کی حفاظت اور عظمت ضروری سمجھتے ہیں۔

بحیثیت تعلقاتِ روحانی ہندوستان مسلمانوں ہی کا وطن ہے:

غیر مسلموں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روحیں تناسخ (آواگون) کے ذریعہ سے جزاء اور سزا بھگتتی ہیں، اسلئے وہ کسی دوسرے جون (قالب) میں ڈالدی جاتی ہیں، خواہ وہ انسانی ہو (اگر عمل اچھے تھے) خواہ وہ حیوانی یا نباتی یا حشرات الارض وغیرہ کا ہو، (اگر عمل خراب تھے) پھر انسان اگر بنایا گیا تو کوئی خصوصیت نہیں کہ وہ ہندوستان ہی میں پھر پیدا ہو، افریقہ، امریکہ، یورپ، اسٹریلیا وغیرہ جہاں پر ماتما چاہے اُس کو اُس کے عمل کے مناسب بھیجدے، غرضیکہ مرنے کے ساتھ ہی اُس کی روح کا تعلق جسم اور اس کے اجزاء سے بھی بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہے، نیز اُس کے گاؤں، شہر، دیس، قوم، جاتی، وغیرہ سب سے منقطع ہو جاتا ہے، بخلاف مسلمانوں کے کہ وہ تناسخ کے قائل نہیں ہیں، اُن کے نزدیک روح کا تعلق جسمِ انسانی کے ساتھ صرف ایک دفعہ ہوتا ہے، موت کے بعد وہ برزخ میں محفوظ کر دی جاتی ہے اور اعمال کی سزا اور جزاء کا کچھ حصہ وہاں بھی حاصل کرتی رہتی ہے، اُس کا نہایت ضعیف تعلق اپنے بدن اور اس کے اجزاء اور اپنی قبر، وطن، برادری، اولاد وغیرہ سے رہتا ہے، یہ تعلق

اگر چہ ایک درجہ میں نہیں ہوتا مگر تاہم کسی نہ کسی درجہ میں تفاوت کے ساتھ باقی رہتا ہے اور اسی تعلق سے قیامت میں یہ روح اس قبر پر پہنچے گی اور اُس کے اجزاءِ سابقہ کا جسم بنے گا اور وہ اس میں حلول کر کے پھر زندگی جسمانی حاصل کرے گی، جس طرح ہم اگر دنیا میں اپنے گھر اور اہل وعیال کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے ہیں تو ہمارا تعلق اپنوں اور اپنے گھروں اور بستیوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں قبروں کی زیارت اور اصحابِ قبور کو سلام کرنے اور ان کو دعا اور ایصالِ ثواب کرنے کا حکم ہوا، نیز حکم ہوا کہ لوگ اپنے اسلاف اور عام مومنین کی قبروں کی زیارت کرتے ہوئے دنیا کی بے ثباتی پر عبرت کے آنسو بہائیں اور گذرے ہوئے لوگوں کے لئے دعائیں کریں، یہ چیز اُن مرگھٹوں میں کہاں نصیب ہوسکتی ہے، جہاں کی باقی ماندہ راکھ کو بھی بہا کر لے گئے اور سمندروں کے نذر کر چکے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ عم صفحہ ۵۰ر پر فرماتے ہیں: نیز در سوختن بآتش تفریق اجزائے بدن میت است کہ بسبب آن علاقۂ روح از بدن انقطاع کلی می پذیرد وآثار این عالم بآن روح کمتر میرسد وکیفیات آن روح باین عالم کمتر سرایت می کند ودردفن کردن چون اجزائے بدن تمامہ یکجا می باشند علاقۂ روح با بدن ازراہِ نظروعنایت بحال می ماند وتوجہ روح بزائرین مستانسین ومستفیدین بسہولت می شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین ست وآثار این عالم ازصدقات وفاتحہ ہا وتلاوت قرآن مجید چون دران بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع می شود پس سوختن گویا روح رابی مکان کردن ست ودفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن بنابراین است کہ از اولیاء مدفونین ودیگر صلحائے مومنین انتفاع واستفادہ جاری ست وآنہارا افادہ واعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہائے سوختہ کہ این چیز ہا اصلا نسبت بآنہا در اہل مذہب آنہا نیز واقع نیست بالجملہ طریق قبر ودفن نعمتیں است عظیم در حق آدمی۔

خلاصہ یہ کہ قبر روحوں اور اہلِ دنیا کے لئے ریڈیو اور آلہ مکبر الصوت (لاوڈ اسپیکر) کے صندوق اور تار ہوائی لاسلکی اور ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کے آفس کی طرح ہے، جس میں ایک درجہ تعلق ہر دو طرف سے رہتا ہے اور اس تعلق ہی کی وجہ سے افادہ اور استفادہ ہوتا رہتا ہے، اگر چہ وہ تعلق دنیاوی تعلق سے بہت کمزور بھی ہے اور ممکن ہے کہ بعض وجوہ سے قوی بھی ہو، خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کو مرنے کے بعد بھی اس ملک اور اس کی زمینوں کے ساتھ روحانی تعلق اس قدر قوی اور باقی رہتا ہے کہ دوسری قوموں اور مذاہب میں نہیں پایا جاتا، اور وہ قومیں اپنی مذہبی حیثیت سے اس کی قابل بھی نہیں ہیں، لہذا یقیناً مسلمانوں کو ہی حق ہے کہ وہ ہندوستان کو اپنا وطن اور سب سے زیادہ اپنا وطن سمجھیں۔

بحیثیت انتفاء اور احتیاج بجانب اجزاء وطن بھی ہندوستان مسلمانوں ہی کا وطن ہے:

اسلامی تعلیم اور عقائد کی حیثیت سے ایک وقت آنے والا ہے جبکہ تمام انسان پھر زندہ کئے جائیں گے اور ان کے اجسام کے جو اجزاء متفرق ہو کر مٹی وغیرہ میں مل گئے تھے جمع کئے جائیں گے اور جسم بن کر اُسی روح کو اس میں داخل کیا جائے گا اور اس جسم کے ساتھ وہ محشر میں اور جنت میں جائیں گے، اسلئے

وہ وطن جسم میں وہ پرورش پاتے تھے جیسے کہ دنیاوی زندگی نفع اٹھانے اور ہر قسم کی حاجتوں کا مرکز تھا مرنے کے بعد بھی ایک درجہ تک نفع اٹھانے اور احتیاج کا مرکز رہیگا اور اس کی اس مٹی سے جو کہ بعد از دفن قبرستان میں دوسری مٹی سے مل گئی تھی نفع اٹھائے گا، بخلاف دوسرے باشندگانِ ہند کے کہ وہ ایسا اعتقاد نہیں رکھتے، اُن کے اعتقاد میں ان کی روحیں دسری مٹی سے بنے ہوئے جسموں میں داخل ہو کر اُن جسموں سے تعلق قائم کرتی ہیں اور ان کی پرورش میں سرگرم ہو کر پہلے اجزاءِ جسمانیہ سے بالکل بے گانہ ہو جاتی ہیں، کبھی ہندوستان میں ہیں، کبھی چین میں، کبھی جاپان میں، کبھی انگلینڈ میں، کبھی فرانس میں، کبھی انسان ہیں، کبھی حیوان ہیں۔

وفاداری مجواز بلبلان چشم کہ ہردم بر گلے دیگر سرایت

جسطرح ہندوستان کے دوسرے باشندے بحیثیت سکونت و انتفاع ملک و زمین ہندوستانی ھیں اسی طرح مسلمان بھی ھیں:

جس طرح آرین، ستھین، یونانی، مصری، منگول وغیرہ قومیں ہندوستان میں آ کر بسیں اور انھوں نے یہاں کھیتیاں کی 'باغ لگائے' بودوباش اختیار کی' اسی طرح مسلمانوں نے بھی یہاں پہنچکر یہ اعمالِ وطنیہ اختیار کرے، کسی کو ہزار برس کسی کو نو سو کسی کو آٹھ سو برس یا کم وبیش ہو گئے، پشتہا پشت یہاں گذر گئیں، اسلئے دنیاوی زندگی اور اس کے لوازم کی حیثیت سے مسلمان کسی قوم سے پیچھے نہیں ہیں، بالخصوص وہ اقوام جو کہ پہلے سے بھی ہندوستان کی باشندہ ہیں، مذہبِ اسلام کی حقانیت دیکھ کر پہلے مذہب کو چھوڑ کر اسلام کی حلقہ بگوش ہوئی ہیں، اور وہی عنصر آج مسلمانان ہند میں غالب ہے، لہذا کسی دوسری قوم کو حق نہیں ہے کہ وہ آج یہ دعوا کرے کہ ہندستان مسلمانوں کا وطن نہیں ہے صرف ہمارا وطن ہے، ہندوستان کی بہبود میں جس طرح دوسری قوموں کی بہبودی ہے اسی طرح مسلمانانِ ہند کی بہبودی ہے لہذا یقیناً اس حیثیت سے بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ وطن عزیز اور پیارا ہے نہ مسلمان اس کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ جا سکتے ہیں نہ جائیں گے اور نہ کوئی دوسرا وطن انکو اپنے آغوش میں لے سکتا ہے نو کروڑ (اب پچیس کروڑ) مسلمانوں کو یہاں ہی رہنا اور یہاں ہی اپنی نسل اور طریقہ کو پھیلانا اور امن وامان کی زندگی چلانا ہے، رہا یہ امر کہ پھر مسلمان دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے کیوں تعلقات رکھتے ہیں اور اُن کی مصیبتوں پر بلبلا اٹھتے ہیں تو یہ اس روحانی تعلق کی بنا پر ہے جو کہ اتحادِازم اور توافق مذہب کی بنا پر دوسری جگہ کے مسلمانوں سے پیدا ہوا ہے اور جس کی تعلیم بھی روحانی ترقی کرتی ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسری قوموں کو ساؤتھ افریقہ، فیجی، ماریشیس، ایسٹ افریقہ وغیرہ کے اُن ہندوستانیوں سے ہوتا ہے جو کہ ان ملکوں میں بودوباش کئے ہوئے ہیں، اگر وہاں پر کسی قسم کے مظالم ان ہندوستانیوں پر ہوتے ہیں تو ہندوستان کی بسنے والی قوموں میں بے کلی پیدا ہوجاتی ہے، یہ امر مسلمانانِ ہند کو ہندوستانی وطنیت اور اُس سے پیار و محبت سے بیگانہ نہیں بناتا۔

(نوٹ) امور مذکورہ بالا کی بناء پر ممکن ہے کہ غیر مسلم ہندوستانی بہ آسانی ایک وطن سے منتقل ہو کر دوسرے وطن میں چلے جائیں (جیسا کہ آجکل جارہے ہیں) مگر مسلمانانِ ہندوستان کو یہاں سے منتقل ہونا ازبس مشکل ہے، نہ وہ اپنی مساجد سے بیگانگی اختیار کر سکتے ہیں نہ اپنے مقابر سے، نہ اپنی زمینوں سے اور نہ اپنے گھربار سے اور نہ ان میں اسقدر استطاعت ہے۔

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

اصلاحیات

استاد کے اوصاف اور طریقۂ تعلیم

مولانا نورحسن قاسمی، کوآرڈینیٹر، ڈیسینٹ اکیڈمی، مظفرآباد

استاد کی حیثیت اسوۂ حسنہ کی روشنی میں:

تعلیم و تدریس ایک معزز اور قابل احترام عمل ہے، معلم و مدرس تعلیم و تربیت کا وہ اہم جز ہے جس کے بغیر تعلیم و تربیت نامکمل ہی نہیں بلکہ اسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، گویا معلم ہی وہ بنیادی مرکز ہے جس کے ارد گرد تمام تعلیمی سرگرمیوں کی تکمیل ہوتی ہے، صحیح تعلیم و تدریس ایک مقدس و اہم مشغلہ کے ساتھ کار نبوت کا ایک اہم جز بھی ہے۔

بقول ماہرین تعلیم و تربیت معلم و مدرس ایک باغ کے مالی کی طرح ہے، جس طرح پیڑ پودوں کی بہترین افزائش مالی کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں، اسی طرح بچوں کی تعلیم و تربیت بھی استاد کی بھرپور توجہ کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتی۔

تدریس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی اور اعلیٰ صفت میں سے ایک صفت ہے، اللہ تعالی نے انسانیت کی ہدایت کے لئے کتاب یعنی قرآن کے ساتھ معلم یعنی اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا، خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (انَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمً) مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے لئے معلم بنا کر بھیجے گئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی درسگاہ دار ارقم کو بنایا، تاکہ جو لوگ اسلام قبول کر کے دامن رحمت میں آئیں ان کی صحیح تعلیم و تربیت ہو سکے، جب یہ قافلہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکی تعلیم و تربیت سے اس وقت بھی غافل نہ ہوئے، بلکہ آپ نے وہاں پہنچ کر مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد تعلیم و تربیت کے لئے باہر ایک چبوترہ تعمیر فرمایا، یہاں وہ طلبہ اپنے علم کی پیاس بجھاتے جو اپنا قیمتی وقت حصول علم کے لئے یہاں دیتے تھے۔

معلم انسانیت خود ان کی تعلیم و تربیت فرماتے تھے، ان طالب علموں میں ہر طرح کے درجہ کے لوگ ہوتے تھے، کوئی زیادہ ذہین کوئی متوسط تو کوئی بہت ہی غبی، کوئی انتہائی غریب اور مفلس، کوئی مالدار و رئیس ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی ذہنی سطح اور حالات ونفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مشفقانہ و مصلحانہ انداز میں تعلیم و تربیت فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسوۂ حسنہ، کمال علم، خلق عظیم، شفقت و رحمت جیسی صفات سے متصف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت خود باری تعالی نے فرمائی، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ، اور تم کو ان باتوں کا علم دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔

آپ ﷺ امین اور صادق تھے، آپ امانت اور صداقت کے ساتھ علوم نبوت کی تعلیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیتے تھے، تو ہم بھی آپ کی شخصیت کا اندازہ کریں کہ آپ کس حیثیت کے معلم تھے، آپؐ اعلی صفات، کمال علم، اعلی

اخلاق کے حامل شاگردوں پر شفیق ورحیم مزاج میں حلیم اورنرمی، اورخبرگیری جیسی عظیم صفات سے متصف تھے۔

اسلئے جو استاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور تعلیمات کے سلسلہ میں حد درجہ کمال تک پہنچنے کا خواہش مند ہو، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے معلم اعظم کی صفات وکمالات سے آشنا ہو، پھر آپ کے نقش قدم پر چل کر تدریس جیسے مقدس و بابرکت اہم مشغلہ میں مشغول ہوجائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استاد اور شاگرد کو انسانوں میں سب سے بہترین شخص قرار دیا ہے ''تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے،، ایک حدیث میں ہے ''خیر کی تعلیم دینے والے استاد کے حق میں دنیا کی ہر شے دعا گو ہوتی ہے، حتی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ استاد کا مرتبہ کتنا بڑا ہے۔

دنیا میں سب سے بڑی نعمت علم ہے، علم صاحب علم کے تمام عیوب کو چھپالیتا ہے، اسلئے آپ نے ایسا کبھی نہیں سنا ہوگا کہ فلاں معلم کالا ہے، یا پست قد ہے، یا فلاں خاندان سے ہے، میں اس سے نہیں پڑھتا، بادشاہ تو عوام کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور معلمین بادشاہوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں، اس مقام میں خدا نے جتنی عزت دی ہے وہ کسی کام میں نہیں ہے، چاہے وہ کتنی ہی بڑی ڈگریاں حاصل کرلے، مگر وہ استاد کے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ تمام ڈگریوں کا وجود ہی ایک استاد کی ذات سے وابستہ ہے۔

ایک استاد کو اپنی طاقت واہمیت، شرف وعزت کا اندازہ اس بات سے لگا لینا چاہئے کہ وہ جس راہ سے بھی گزر جاتا ہے، وہ محترم اور قابل قدر انسان سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ انسانیت سازی کا کام کرتا ہے، وہ نالائق کو لائق بنانے کا کام کرتا ہے۔

والدین ذریعہ بنتے ہیں بچہ کو عرش سے فرش پر لانے کا ''اور استاد اچھی تعلیم وتربیت کرکے بچہ کو فرش سے عرش تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے''۔

تدریس پیشہ نہیں ہے، اس سے معاشی سربلندی نہیں ہوگی مگر برکت ضرور آئے گی، اور مالداروں سے عمدہ آئے گی، مال کی کثرت نہیں ہوگی، آپ کی ضروریات پوری ہونگی، اور دوسرے مالداروں سے زیادہ سکون کی زندگی میسر ہوگی، آپ کا لباس و طعام دوسروں سے عمدہ ہوگا، استاد کو سب سے نمایاں فائدہ مرنے کے بعد کی زندگی کا ہوگا، اسلئے استاد کو یہ فخر ہونا چاہئے کہ وہ ایسے کام سے وابستہ ہے جس سے سارے پیشے بنتے ہیں۔

بس معلم کو ہر وقت خدا کا شکرادا کرتے رہنا چاہئے کہ اسنے ہمیں اس اہم ومقدس پیشہ سے وابستہ کیا ہے، کہ علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو علم سکھانے کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔

ایک مثالی استاد کو کن صفات سے متصف ہونا چاہئے ذیل میں وہ صفات تحریر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

استاد ریاکاری سے خالی ہو:

جب تدریس اہم ومقدس کام ہے تو اصحاب تدریس کی کچھ اہم ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں، جن میں سے سب اہم تدریس کا عمل ریا سے خالی ہونا ہے، ریا کار کا عمل ضائع ہوجاتا ہے، ریا کار شیطان کا دوست ہوتا ہے، جہنم کی وادی ریا کار کا ٹھکانہ ہوگی، ریا کار کے تمام اعمال برباد ہوجاتے ہیں، کل بروز قیامت اسے شدید حسرت ہوگی، ریا کار کو ذلت ورسوائی کا عذاب دیا جائے گا، ریا کار زمین وآسمان میں ملعون ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالی عالم کو بلائیں گے اور اس سے سوال کیا جائے گا کہ میں نے تجھے علم دیا تھا، تو نے اس کا کیا حق ادا کیا، وہ کہے گا میں نے

آپ کی رضا کے لئے علم سیکھا، اور دوسروں کو سکھایا کہ آپ راضی ہوجائیں، اللہ فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے، تو عرش وفرش کے فرشتے بھی کہیں گے، جھوٹ ہے، جھوٹ ہے، تو نے علم اسلئے سیکھا اور سکھایا تھا، کہ لوگ تجھے کہیں گے کہ تو بڑا عالم ہے، سو تجھے بڑا عالم دنیا میں کہا جا چکا اور پڑھنے پڑھانے سے جو تیری غرض تھی وہ پوری ہوگئی، پھر اللہ تعالی فرشتوں کو حکم دیں گے، اور وہ اس کو جہنم کی آگ میں اوندھے منھ پھینک دیں گے، العیاذ باللہ

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سناتے ہوئے تین بار غش کھا کر گرے تھے، اور پانی کے چھینٹے ڈال کر آپ کی طبیعت کو بحال کیا گیا تھا، اخلاص ہی ریا کاری کو ختم کرتا ہے، جیسے کپڑوں کے میل کچیل کو صابن صاف کرتا ہے، اسی طرح دل کو صاف کرنے کے لئے اخلاص نیت کا صابن درکار ہے۔

بعض اکابر نے لکھا ہے کہ نشانی کے لئے جو کاغذ کتاب میں رکھا جاتا ہے اس پر لفظ ''اخلاص'' لکھ کر رکھیں تا کہ جب بھی سبق پڑھانے بیٹھو گے، تو اس کاغذ پر نظر پڑے گی، تو استحضار ہوجائے گا، کہ یہ پڑھنا پڑھانا صرف اللہ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں، اور جب بھی پڑھانے کے لئے جائے تو یہ نیت کرلے کہ یا اللہ آپ کی رضا کے لئے علم پڑھانے جارہا ہوں، آپ مجھے علم نافع عطا فرمائیے اور ہدایت نصیب فرمائیے اور ریا کاری سے حفاظت فرمائیے۔

استاد قناعت و توکل کرنے والا ہو:

توکل کا مفہوم اسلام کی اصطلاح میں یہ ہے کہ اللہ تعالی کو اپنا وکیل اور اپنا کارساز بنایا جائے، اس پر مکمل بھروسہ کیا جائے، اور ہر معاملہ میں نتیجہ کی امید اسی سے رکھی جائے، اس توکل کا مطلب اسباب و وسائل اور تدابیر کی نفی نہیں ہے، اور نہ ہی اپنی تدابیر و اسباب کو کافی سمجھنا ہے، بلکہ اسلام کا تصور توکل ان دونوں کے درمیان کا راستہ ہے، یعنی پہلے اونٹ کو کھونٹے سے باندھو پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔

قناعت و توکل اور ایثار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم صفت تھی، استاد کو بھی قناعت، صبر، توکل اور ایثار کا حامل ہونا چاہئے، آج کے اس دور میں معلم کے اس اہم وعظیم منصب جیسے کار خیر میں برکت انہی اوصاف کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔

استاد علم و حکمت کا سر چشمہ ہو:

حضور کی ذات گرامی علم وحکمت سے پر تھی، استاد کو بھی صاحب علم وحکمت ہونا چاہئے، اپنے علم میں پختگی اور معلومات میں اعتماد و بھروسہ کے بغیر بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت نہیں کی جاسکتی، علم کے معاملہ میں طلبہ اپنے استاد ہی کو سند سمجھتے ہیں، اگر استاد کو اپنے علم پر بھروسہ واعتماد نہ ہو تو طلبہ کا اعتماد کمزور ہوجاتا ہے، اگر استاد کو کسی بات کا علم نہ ہو تو غلط بیان بازی کے بجائے عدم واقفیت کا اعتراف کرلے، اور معلومات حاصل کرنے کے بعد آئندہ بتادینا چاہئے، اس سے طلبہ کا اعتماد و بھروسہ باقی رہتا ہے، اور غلط من گھڑت بیان بازی کے عذاب سے بھی محفوظ رہے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت نے بہت سے سوالات کے جواب میں لاعلمی کا اظہار فرمایا ہے، اور جب وحی نازل ہوئی تو اس وقت اس سوال کا جواب عنایت فرمایا۔

استاد میں احساس ذمہ داری ہو:

احساس ذمہ داری ایک خاص ذہنی کیفیت کا نام ہے، جس شخص میں احساس ذمہ داری ہوتی ہے وہ ایک عجیب سی بے چینی محسوس کرتا ہے، وہ ہر وقت اسی کام کے بارے میں سوچتا رہتا ہے، اپنی توجہ دوسری طرف مائل کرنا اس وقت تک دشوار سمجھتا ہے جب تک وہ اپنی ذمہ داری مکمل نہ کرلے۔

قوم کا سربراہ اس کا ذمہ دار ہوتا ہے، قوم کی خیر خواہی کی فکر

کرنا،ضروریات کا خیال رکھنا،اور ہر طرح کی بہتری کی فکر کرنا اس کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ فرض منصبی بھی ہے، یہی احساس ذمہ داری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رات کو سونے نہیں دیتی تھی، ذمہ داری کے احساس ختم ہونے کے اثرات بہت دور تک اثر انداز ہوتے ہیں۔

احساس ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم ترین خاصیت تھی ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی اپنے وقت پر پورا فرماتے تھے ،ایک اچھے استاد کو بھی احساس ذمہ داری کی صفت سے متصف ہونا بیحد ضروری ہے، ذمہ داری کے احساس کے بغیر استاد کبھی بھی اپنے یا دوسروں کے کام کو وقت پر مکمل نہیں کرسکتا، احساس ذمہ داری میں یہ بھی ہے کہ بچوں سے غافل نہ ہو، درسگاہ میں غیر ضروری کاموں میں مشغول نہ ہو طلبہ کے وقت میں مہمانوں کی ضیافت میں مشغول نہ ہو اور موبائل کا بھی بے جا استعمال نہ کرے۔

استاد کے لئے نظم وضبط کی پابندی:

دین ودنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام کو سرانجام دینے کا ایک مخصوص ومتعین طریقۂ کار، قوانین وضوابط کے دائرہ میں کرنے کا نام ہی نظم وضبط ہے، کسی بھی کام میں پختگی، خوبصورتی، بہتری اور وقت کی بچت و پائداری نظم وضبط سے ہی آتی ہے، آسمان کا ٹھہرنا، زمین بچھی ہوئی، پہاڑ اپنی جگہ پر قائم، دریا رواں، شمس وقمر کا طلوع وغروب، ہواؤں کا آنا، بادلوں کا اٹھنا، بارش کا برسنا، زندگی اور موت سب مشیت الٰہی کے دائرہ میں اس کے حکم کی پابند ہیں، الغرض نظام کائنات میں جاری وساری یہ نظم وضبط انسان کو اسکی ضرورت و اہمیت کا درس دیتا ہے، اسی طرح معاشرتی ودرسی معاملات میں نظم وضبط کی پابندی اہم ہے، ویسے بھی اسلام تمام احکامات ومعاملات میں اپنے ماننے والوں کو ایک خاص نظم وضبط کا پابند بناتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی واجتماعی معاملات، معاشرت، معیشت، رہن سہن، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، حضر و سفر، حکومت وسیاست، مذہب وعبادت، گھریلو معاملات، کاروبار، تعلیم وتعلم، خوشی و غمی غرض زندگی کے ہر معاملات میں نظم وضبط کا حکم دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت نظم وضبط، اور برتاوں میں یکسانیت تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپکی پسند وناپسند کا بآسانی اندازہ لگالیا کرتے تھے، استاد میں بھی یہ صفات ضروری ہیں، تاکہ طلبہ میں وقت کی پابندی کی فکر اور اپنے استاد کی پسند و ناپسند کا اندازہ آسانی کے ساتھ لگا کر استاد کے جذبات کا احترام کرسکیں، اگر استاد کے مزاج میں نظم وضبط اور یکسانیت نہیں ہوگی تو استاد وقت یا بے وقت درسگاہ میں آئے یا نہ آئے اور استاد کی پسند وناپسند کا اندازہ طلبہ نہیں لگاسکیں گے۔

استاد محبوب و دلکش ہو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فطری محبت کے اسباب میں سے ایک آپ کا امت پر احسان، اخلاق اور کردار کی پاکیزگی، اور آپ کی شخصیت کا دلکش، محبوب اور مؤثر ہونا ہے، جو دیکھتا بے اختیار آپ کا گرویدہ ہوجاتا، آپ پر اپنی جان چھڑکتا، اور آپ کے اشاروں پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کی کوشش کرتا، زندگی کے ہر معاملہ میں آپؐ ایک کھلی ہوئی کتاب ہیں، آپؐ کا ظاہر وباطن یکساں تھا۔

طلبہ بھی استاد کی باتوں سے زیادہ اس کے اخلاق و کردار کی تقلید کرتے ہیں، استاد کے قول وفعل میں یکسانیت ہو، ایک بہترین ولائق معلم کے کردار میں یہ بھی لازمی ہو کہ جو وہ کہے اس پر وہ خود بھی عمل کرتا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں صحابہ کرام کو بتائی ان پر خود عمل کرکے سب سے زیادہ دکھایا۔

اس لئے معلم کو بھی طلبہ پر تعلیمی احسان، عمدہ اخلاق و پاکیزہ کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اخلاق وکردار کے تمام پہلووں

پرنظر رکھنی چاہئے، ورنہ اپنی کمزوریوں کا وبال تو ہوگا ہی، غلط کردار کا جو اثر طلبہ پر ہوگا اس کا وبال بھی استاد پر پڑے گا۔

استاد کا طلبہ سے تعلق شفقت کی بنیاد پر ہو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ حسن سلوک کا اگر جائزہ لیا جائے، تو آپ بہترین مربی نظر آئیں گے، آپ سے زیادہ کوئی بچوں پر رحم کرنے والا بھی نہیں ہو سکتا، آپ نے بچوں کے ساتھ نرمی، محبت، عطف، ملاطفت کا سبق نہ صرف اپنی تعلیمات ہی کے ذریعہ دیا، بلکہ اپنے عمل سے بھی اس کا ثبوت پیش فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا جو نرمی سے محروم ہے، وہ تمام خیر سے محروم ہے۔

بچپن کا زمانہ بے شعوری و بے خیالی کا زمانہ ہوتا ہے، اس زمانہ میں بچے بڑوں کے رحم و کرم کے محتاج ہوتے ہیں، بچے ان استادوں کو اپنا محسن سمجھتے ہیں جو بچوں کو رحم و کرم، شفقت و محبت کے ساتھ اپنے قریب رکھتے ہیں، جو استاد شفقت سے عاری ہوتے ہیں بچے ان سے نفرت کرتے ہیں۔

اسلئے اگر استاد کا شاگرد سے ذاتی تعلق شفقت کی بنیاد پر ہوگا تو تدریسی عمل بھی مؤثر ہوگا، ذاتی تعلق و شفقت ہی ایسا عمل ہے جو شاگرد کے دل و ذہن کو اکتساب علم کے لئے تیار کرتا ہے، محبت و شفقت بچوں کی دلوں میں استاد کی طرف سے انسیت پیدا کرتی ہے، یہ خوبی نبی کی ذات اقدس میں پائی جاتی تھی، جو ایک بار آپ سے ملاقات کرتا، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ملتے تھے، جب یہ ملاقات ختم ہوتی تو اگلی ملاقات کا شوق باقی رہتا، ہر کسی کو یہ محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ مجھ سے سب سے زیادہ محبت و شفقت کرتے ہیں، ہم اپنے حقیقی بچوں سے تو محبت کرتے ہیں، دوسروں کے بچوں سے محبت و شفقت کرنا شاذ و نادر ہے، آپ نے اس تفریق کا خاتمہ فرمایا، جہاں آپ نے اپنے بچوں سے تعلق کا اظہار فرمایا، وہیں دیگر صحابہ کرام کے بچوں پر بھی نگاہ شفقت ڈالی، بس جس طرح استاد اپنی حقیقی اولاد سے محبت و شفقت کرتا ہے، اسی طرح استاد طلبہ کو یہ احساس پیدا کرائے کہ میرے استاد مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، اور یہ جب ہی ممکن ہوگا جب استاد محبت و شفقت کے ساتھ مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ اپنے طلبہ سے مخاطب ہوکر ان کی علمی تشنگی بجھائے۔

استاد کے دل میں انسیت ومحبت ہو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک ہر شخص کے لئے رہنما و رہبر کی حیثیت رکھتا ہے، بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنے بچوں کے ساتھ آپ کا مشفقانہ رویہ و سلوک دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر بڑی شخصیت و منصب رسالت پر فائز ہوکر بچوں کے ساتھ اس قدر رحمت و شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔

بچوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حد درجہ انسیت و محبت تھی، بچوں کی حرکات پر آپ کافی حد تک رعایت کرتے تھے، آپ نے کبھی کسی بچہ کو نہیں پیٹا اور نہ سزا دی ہے، بچوں کے ساتھ برتاؤ اور سلوک بھی سیرت نبوی کا اہم گوشہ ہے، آج کے اس پرفتن دور میں تو اسکی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس نازک دور میں طلبہ شفقت و محبت کے ساتھ ہی کے پڑھنے کا مزاج رکھتے ہیں۔

بچوں کو نرمی و شفقت کی ضرورت ہے، استاد کے ساتھ بچوں کے تمام رشتے ہیں، بچے جہاں آپ کو ایک استاد تصور کرتے ہیں وہیں آپ سے والد، بھائی، دوست جیسے رشتوں کی

امیدیں بھی رکھتے ہیں ،انہوں نے حصول تعلیم کی خاطر اپنے تمام رشتوں کو چھوڑ کر آپ سے تمام رشتوں اور محبت وشفقت کی امیدیں وابستگی ہیں، اگر محبت وشفقت کے ساتھ پڑھانے کی کوشش کی تو بچے آپ سے مانوس ہوکر علم کی وہ منازل طے کرسکتے ہیں جن کی وہ آپ سے امیدیں لیکر آئے ہیں، اگر آپ محبت وشفقت کا معاملہ نہ کر پائے تو خدانہ کرے ممکن ہے وہ آپ سے اور دینی تعلیم سے متنفر ہوکر راہ فرار اختیار کر کے دین سے دوری کا سبب بن جائے اور آپ اس کے گناہ گار ہوں۔

ہر استاد بچہ کو بیٹا کہنے کی عادت بنائے، ظاہری طور پر آپ لاکھ بیٹا بیٹا کہتے رہیں اگر آپکے دل میں حقیقی محبت نہیں ہوگی، تو اس کا اثر نہیں ہوگا، وہ آپ سے نفرت کرنے لگے گا، جب دل سے بیٹا مانو گے تو وہ دل سے محبت وقدر کرے گا۔

جس استاد کو بچے دیکھ کر چھپ جائیں وہ قابل استاد نہیں ہوسکتا، بلکہ استاد کی غیر موجودگی کا بچوں کو اگر احساس ہوتو وہ لائق اور کامیاب استاد کی صفت ہے۔

جو استاد سختی و مار پٹائی کرتے ہیں تو بچے اس کی سختی کی وجہ سے جھوٹ بولنے کی عادت بنالیتے ہیں، جب پٹائی ہوتی ہے تو بچہ تعلیم کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیتا ہے، اور پٹائی سے بچنے کے لئے کچھ اور جھوٹے بہانے سوچنے لگ جاتا ہے۔

ہر طالب علم کی سوچ ہوتی ہے کہ ہمیں اچھے استاد ملیں، بچے پھول ہیں انکو زیادہ مسلو گے تو یہ ٹوٹ جائیں گے، بچوں کو محبت کے پھول دو، بچوں کو ہدیہ دیں اور وہ بھی محبت وشفقت کا ہدیہ۔

استاد معاف کرنے والا ہو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عفو، درگزر، رحم وکرم، محبت وشفقت، اور پیار ہی پیار نظر آتا ہے، آپنے پوری زندگی کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا، آپ برائی کے بدلے کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتے، بلکہ اسے معاف فرمادیتے تھے، معاف کرنا، درگزر کرنا، برداشت کرنا یہ حضور کی خاصیت تھی۔

بسا اوقات استاد کو کم عقل وکم فہم بچوں سے واسطہ پڑتا ہے، جن سے اکثر و بیشتر غلطیاں و کوتاہیاں اور خلاف طبیعت امور پیش آنے کا امکان رہتا ہے، اسلئے وہی استاد کامیاب ہوسکتا ہے جن میں معاف کرنے، درگزر کرنے اور برداشت کرنے وحکمت کے ساتھ تربیت کرنے کا سلیقہ ہو، غصہ آور اور چڑچڑے پن مزاج کے استاد کبھی اچھے معلم نہیں ہوسکتے۔

استاد مایوس نہ ہو:

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں سب سے زیادہ رحمت الہی کی امید دلائی گئی ہے، رحمت اللہ تعالی کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور یہ صفت وہ ہے جو کائنات کی ہر چیز پر حاوی ہے، بلکہ پوری کائنات رحمت الہی کی مظہر ہے، اسلئے باری تعالی نے فرمایا میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے، اللہ تعالی نے اپنے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے، اللہ تعالی کی رحمت اور اسکے فضل سے خود کو محروم سمجھنا ''مایوسی'' ہے، اور مایوسی سب سے بڑا گناہ بھی ہے، اور مایوسی کا سبب جہالت ہے کہ بندہ جہالت وکم علمی کی وجہ سے رحمت الہی سے مایوس ہوکر گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، یا دوسروں کو مایوس کر کے علم دین سے محرومی کا سبب بنا دیتا ہے، اور مایوسی کا دوسرا سبب بے صبری بھی ہوسکتا ہے، کسی پریشانی یا مصیبت میں الجھ کر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھی مایوسی ہوجاتی ہے، اس کا علاج صرف مصیبتوں یا پریشانیوں کے وقت صبر کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے، مایوسی کا تیسرا سبب دوسروں کی پرآسائش زندگی پر نظر رکھ کر خود کو

مایوس کر لینا بھی ہے، بہر حال مایوسی کی کوئی بھی وجہ ہو، زندگی کے کسی بھی معاملہ میں نہ خود مایوس ہونا چاہئے اور نہ دوسروں کو مایوس کرنا چاہئے۔

حضور کی تعلیم کا جواب کچھ نادانوں، جاہلوں نے الٹا سیدھا دیا، مگر آخر تک آپ ان کی اصلاح کی طرف سے مایوس نہیں ہوئے، بلکہ امید رکھ کر حکمت و مصلحت کے ساتھ اصلاح کی فکر کرتے رہے، بالآخر کامیابی نے آپ کے قدم چومے۔

بس استاد کو بھی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے معاملہ میں مایوس نہیں ہونا چاہئے، اور نہ ہی بچوں کے سرپرستوں کو مایوسی کا شکار بنانا چاہئے، بچوں میں فہم و فراست کی کمی ہونے کی وجہ سے کوتاہیاں، کمزوریاں، غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں، جوانی بڑھنے کے ساتھ فہم و فراست میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اسلئے بچے کے سدھرنے کا امکان باقی رہتا ہے، استاد کو بچوں کی کوتاہیوں و غلطیوں پر نہ خود مایوس ہونا چاہئے اور نہ بچہ کو مایوس کن جملے بول کر مایوس کرنا چاہئے، اور نہ ہی وارثین کو بچہ کی طرف سے مایوس کرانا چاہئے، بچوں کی غلطیوں پر اصلاح کی فکر کرتے رہنا چاہئے۔

استاد کے لباس میں سادگی ہو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں سادگی کے ساتھ نظافت و طہارت کا خاص خیال تھا، تکلفات کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمدہ لباس سے احتراز تھا، استاد کو بھی فیشن اور دور جدید کے غیر مہذب و غیر مناسب لباس زیب تن نہیں کرنے چاہئے، سادگی اور صفائی میں ہی استاد کی شان ہے، ظاہری و لباس کے اعتبار سے بھی استاد لگتا ہو، شرعی حدود میں رہ کر خوبصورت و صاف لباس زیب تن کرے، اسلامی وضع قطع کا خیال کرے، غیر شرعی لباس، ٹخنوں سے نیچا پائجامہ سے بچنا لازمی ہے۔

استاد کا اسلوب گفتگو کیسا ہو:

حضور کی خوش اخلاقی اور گفتار کا یہ عالم تھا کہ اپنے پرائے دوست و دشمن سے بھی نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، دوسروں کی دلداری کا آپ کو حد سے زیادہ خیال رہتا تھا، تبسم، خوش طبعی کا اہتمام فرماتے، گفتگو اس شخص کی سیرت و کردار، اخلاق و عادات کی آئینہ دار ہوتی ہے، جب کوئی گفتگو کرتا ہے تب اسکی اچھائی و برائی ظاہر ہوتی ہے، ہر شخص کی پہچان و شناخت اس کی گفتگو سے ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ میں محبت و شفقت اور شیرینی ہوتی تھی۔

استاد کو بہت ہی خوش اخلاق، ملنسار اور با اخلاق ہونا چاہئے، استاد کی گفتگو میں ادب کی چاشنی، الفاظ کی خوبی ہو، کیونکہ استاد کو بھی طلبہ اور انکے سرپرستوں، عوام مدرسہ کے موافق مخالف دونوں طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اور ہر ایک کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے، اسلئے بغیر ان اوصاف کے معلم اپنا حق ادا نہیں کر سکتا۔

استاد کی آواز مؤثر ہو:

استاد کی آواز سبق اور تعلیم میں مؤثر ہونی چاہئے، آواز اگر میٹھی، محبت و شفقت سے لبریز ہوگی تو طلبہ کی توجہ زیادہ مرکوز ہوگی، بچوں کو اکتاہٹ یا تکان کا احساس تک نہیں ہوگا، اگر استاد کی آواز میں شیریں نہ ہو اور محبت و شفقت سے خالی ہو تو طلبہ بہت جلد اکتا جاتے ہیں، اور تکان محسوس کرتے ہیں، محبت و شفقت سے عاری استاد کا چھوٹے بچوں پر خوف طاری رہتا ہے، تو وہ بچے کبھی استاد کی بات پر قطعاً توجہ نہیں دیتے ہیں، اور نہ ہی انکی سمجھ میں کوئی بات آتی ہے، آواز کے معاملے میں بھی معلم کی رہنمائی کے لئے حضورؐ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے مفید و مؤثر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ بلند ہوتی تھی، اور نہ ہی

بہت پست، بلکہ درمیانہ ہوتی تھی، جو سننے والے کو خوش الحان معلوم ہوتی تھی، حسب ضرورت اپنی آواز کو بلند کرتے تھے، معلم کو بھی اپنی آواز میانہ رکھنی چاہئے، نہ اتنی پست کرے کہ سنائی نہ دے، اور نہ ہی اتنی بلند کہ سننے والے کو تکلیف محسوس ہو، چیخنا چلانا تو بہت بری بات ہے، جس کی قرآن کریم میں بھی مذمت بیان کی گئی ہے، ان انکر الاصوات لصوت الحمیر، بےشک گدھے کی آواز بہت بری آواز ہے۔

استاد کی آواز کشادہ ہو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بولتے تھے تو ابتدا سے آخر تک منھ بھر کر بولتے تھے، لفظوں کو کاٹ کر نہیں بولتے تھے، تاکہ بات صاف سمجھ میں آسکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں حسب ضرورت اتار چڑھاؤ ہوتا تھا، جس سے کلام میں غیر معمولی تاثیر پیدا ہوتی تھی، استاد کو بھی اپنے کلام میں اتار چڑھاو پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ کلام میں تاثیر پیدا ہو سکے، اور لفظوں کو کاٹ کر بولنے اور بلا وجہ منھ بنا کر الفاظ نکالنے سے بچنا ضروری ہے کیونکہ بچے نقالی ہوتے ہیں، اپنے استاد کی ہر حرکت ولہجہ کو پکڑنا بچوں کی فطری عادت ہے، صاف اور کشادہ الفاظ ہی ادا کرنے چاہئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں تکلف وتصنع اور بناوٹ ہرگز نہیں تھی، استاد کو بھی اپنی آواز میں تکلف وتصنع اور بناوٹ نہیں کرنی چاہئے، اپنا انداز گفتگو فطری ہونا چاہئے، منھ ٹیڑھا کر کے بولنے اور آواز میں تصنع پیدا کر کے بولنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

استاد کی زبان:

بچوں کی تعلیم وتربیت میں استاد کی زبان کا سب سے اہم دخل ہوتا ہے، کیونکہ زبان وہ اہم عضو ہے، جس کے ذریعہ استاد بچوں تک علم منتقل کرتا ہے، اور اپنے خیالات وجذبات کا اظہار کرتا ہے، اور بچے اپنے استاد کی زبان کی نقالی کرتے ہیں، اسلئے استاد کو زبان کے استعمال میں بہت ہی محتاط ہونا چاہئے۔

شائستہ زبان:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صاف شائستہ زبان استعمال فرماتے تھے استاد کو بھی زبان کی شائستگی کا خوب لحاظ رکھنا چاہئے، غلط زبان وبے سلیقہ بھونڈے الفاظ سے بچنا ضروری ہے، بچوں کو گالی دینا، طعنہ دینا، یا ایسا کوئی لفظ کہنا جسکی چوٹ اس کے دل پر لگے صحیح نہیں، ڈانٹ ڈپٹ میں مہذب الفظ کا استعمال کرنا چاہئے تاکہ طلبہ بھی سلیقہ ومہذب زبان کا استعمال کر سکیں، اگر طلبہ ارادی وغیر ارادی طور پر غلط الفاظ کا استعمال کریں تو استاد اصلاح کی کوشش کرے۔

استاد کو بقدر ضرورت بولنا چاھئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقدر ضرورت بولتے تھے، زیادہ بولنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، اگر بولنا ایک فن ہے تو خاموش رہنا بھی فن نہ سہی بلکہ اس میں عافیت بھی ہے، جب بولو گے تو اندر جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا، جہل ہوگا تو جہل عیاں ہوگا، علم ہوگا تو علم روشن ہوگا، ہمارے اکابر خاموشی کو بڑی عافیت سمجھتے تھے، مگر یہ بھی نہیں کہ خاموش ہی سب کچھ ہے، ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ کہاں خاموش رہنا ہے، کہاں بولنا ہے۔

استاد کو بھی بہت زیادہ بولنے سے محتاط رہنا چاہئے، استاد کو ویسے بھی زندگی بھر بولنا ہوتا ہے، بچوں کو زیادہ بولنے کے مواقع فراہم کرانے چاہئیں، اس سے طلباء کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں، طلبہ میں ہمت وحوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

تاریخ

عہد اسلامی میں علم ریاضی میں پیش رفت

شاہد عمادی (لکھنؤ)

قرن اول کے مسلمانوں میں شروع سے ہی علوم وفنون میں دلچسپی کا رجحان پیدا ہو چلا تھا، سائنس کی مختلف شاخوں یعنی علم ہیئت (Astronomy) علم ریاضی، (Mathematics) طب، (Madicine) کیمیا (Chemistry) جراحت (Surgery) نباتات (Botony)، علم حیوانات (Zoology) وغیرہ میں جو بے پناہ پیش رفت عہد وسطیٰ میں ہوئی، اس کی مثال تاریخ میں پھر کبھی نہ ملی، گراں قدر علمی کارنامے انجام پائے اور انکشافات و نئی نئی ایجادات رقم ہوئیں، علم ریاضی کی مختلف شاخوں میں علم الحساب (Arithmetics) ہندسہ (Geometry) الجبراء (Algebra) ٹرگنومیٹری (Trignometry) تجارتی حساب (Commerce)، وغیرہ میں پیش رفت ہوئی، اور قابل قدر تصنیفات نے اہل علم کو بہت فائدہ پہنچایا، بغداد، قرطبہ اور غرناطہ کی عظیم الشان یونیورسٹیاں اس عہد میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں، جہاں یورپ کے طلبہ بھی داخلہ لیتے اور اپنے ساتھ عربوں سے حاصل علم کی سوغات واپس لے جاتے، بعد کو جب یورپ میں بیداری آئی تو مسلمانوں کی خوشحالی ہرسو تہذیبی وتمدنی ترقی، دولت کی ریل پیل اور بری وبحری فوجی طاقت وتعلیمی وطبی انتظامات نے انہیں مرعوب کر دیا تھا، چنانچہ انہوں نے بغداد، قرطبہ اور غرناطہ کی طرز پر یورپ میں بھی تعلیم گاہیں قائم کیں اور عربی کتابوں کے ترجمہ دو تین صدی تک ان کی یونیورسٹیوں میں رائج رہے، اہل یورپ میں اس وقت رومن ہند سے رائج تھے، جبکہ عربوں کے عربی ہندسوں کو انہوں نے بہت آسان پایا اور قبول کیا جو علم حساب میں بہت سودمند تھا۔

عربی ھندسہ	رومن ھندسہ
۱۶۰	CLX
۳۸	XXXVIII

حجاج بن یوسف مطر ۲۱۴ھ علم ہندسہ (Geometry) میں ماہر تھا، اور اپنا ثانی نہ رکھتا تھا، اس نے دو بڑے کام کئے، مقدمات اقلیدس کے نام ایک جامع کتاب علم ریاضی میں مرتب کی، دوسرا کام قدیم وقت کی مشہور کتاب المجسطی کو اصلاح ثانی کے بعد مرتب کی، جیومیٹری میں اسے بہت دلچسپی تھی، اور نئے نئے انکشافات کئے جو آج بھی رائج ہیں، جیومیٹری کی کتاب ''مقدمات اقلیدس'' کا ترجمہ یورپ میں ڈنمارک میں، ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا، حجاج کی کتابیں بیسویں صدی تک یورپ

اور دنیا کے تعلیمی اداروں میں رائج تھیں، علم المثلثات (Trignometry) کا انکشاف کر کے ابواسحاق ابراہیم بن یحییٰ نقاش الزرقانی (Arzachel) (قرطبہ، اسپین میں ۱۰۲۹ء میں پیدا ہوا) نے دنیا کو اس نئے علم سے روشناس کرایا۔

اس کے بنائے نقشے (Trignometry Tables) آج بھی صحیح پائے گئے، محمد ابن الباقی جیومیٹری میں اقلیدس کی شرحیں لکھیں اور مظفر الاسفاری نے اقلیدس کی ۱۴ کتابوں خلاصہ لکھا، جبکہ فخر الدین رازی نے مفید بحث تصنیف کی، تیرہویں صدی کا نصیر الدین طوسی اور محی الدین الغربی جیومیٹری میں کمال علم رکھتے تھے۔

عہد مامونی کا نامور سائنسداں محمد بن موسیٰ خوارزمی (۲۳۲ھ ۸۵۰ء) دنیا کا اولین ریاضی داں تھا، جس کی تصنیف ''جبر ومقابلہ'' نے دنیا کو الجبرا کے علم سے رشناس کرایا، علاوہ ازیں اصطرلاب، دھوپ گھڑی اور ٹرگنومیٹری پر کتابیں تصنیف کیں، مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں، ''علم جبر ومقابلہ پر اسلام میں جو پہلی کتاب لکھی گئی، وہ اسی عہد کے ایک مشہور عالم محمد بن موسیٰ خوارزمی نے مامون کی فرمائش پر لکھی تھی، یہ تصنیف آج بھی موجود ہے، اور اس قدر جامع و مرتب ہے کہ علماء نے بعد میں سیکڑوں کتابیں تصنیف کیں لیکن اصل مسائل میں اس سے زیادہ ترقی نہ کر سکے، علم ریاضی کی یہ کتاب چودھویں صدی میں جب یورپ پہنچی تو دانشوران یورپ اس کتاب پر حیرت زدہ ہوئے، لاطینی زبان میں اس کا ترجمہ اسی وقت ہوا، انگریزی ترجمہ روزن Rozen نے لندن سے ۱۸۳۱ء میں پہلی بار طبع کیا، نامور سائنسداں ابوالعباس فضل بن نیری علم موسمیات، ہیئت، اور ریاضی میں کمال کی دسترس رکھتا تھا، علم ہیئت پر اس کی مشہور تصنیف چار جلدوں میں ہے، اس نے زاویوں کے ظل Tangents کی قیمتیں دریافت کیں، ابو محمد عدلی قائن نے Mens uration پر عہد وسطیٰ کی اولین کتاب تصنیف کی۔

عراق کا شہر ''حران'' سکندر اعظم کے دور میں ایک نو آبادی تھی، حران کا باشندہ ثابت بن قرہ (۹۰۱ء) علم طب، ہیئت اور ریاضی میں اعلیٰ دستگاہ رکھتا تھا، جیومیٹری میں ان کے کلیے اور مسئلہ عہد نو کے لئے سنگ میل ثابت ہوئے، حران کا باشندہ ابو عبید اللہ محمد بن جابر البنانی (۳۰۵ھ ۹۲۹ء) جو علم فلکیات کے علاوہ علم ریاضی میں بھی مشہور تھا علم مثلث (Trignometry) میں اس کی دریافتیں اہل علم کے لئے سنگ میل تھیں، زاویوں کے جیوب (Trignometrycal Tables) اور ظل التما (Contangents) کے نقشے سب سے پہلے تیار کے اور ان کو رواج دیا، جابر البنانی کا شمار دنیا کے تین بڑے ریاضی دانوں میں ہوتا ہے، ابوکامل شجاع بن اسلم بن محمد الحاسب مصری ۹۵۵ء کی مایہ ناز تصنیف ''الجبرا'' دنیا کی اہم ترین کتاب ہے، جس میں (Quadratic Equations) اور (Radicals) پر تحقیقات درج ہیں، سترہویں صدی کا مشہور مغربی ریاضی داں لیونارڈو (Leonardo) نے شجاع کے الجبرے کی تعریف کی ہے، ترکستان کے نامور جغرافیہ داں اور ماہر ریاضی داں احمد بن سہل بلخی ۹۳۴ء کی تصنیفات اور اٹلس صور الاقلیم سے مدتوں اہل یورپ مستفید ہوتے رہے۔

ابو القاسم مسلمہ بن مجریطی اندلس کا ممتاز سائنسداں تھا جسے علم ریاضی میں خاص دلچسپی تھی، میڈرڈ شہر میں پیدا ہوا، اور علم کی قدر و منزلت کرنے والے تین بادشاہوں کا دور دیکھا، عبد الرحمٰن الناصر (۹۶۱ھ) حکم ثانی (۹۷۶ھ) اور ہشام ثانی (۱۰۰۹ھ) ابو القاسم کو تجارتی حساب Commercial) (Arithmatic میں دلچسپی تھی، اس نے تجارتی حساب کے بنیادی اصول وطریقے بیان کئے، اس وقت تجارت اور کاروبار پر مسلمانوں کا غلبہ تھا، اور بحیرہ روم پر عربوں کے بحری بیڑے قابض تھے، یورپ کی عظیم منڈی غرناطہ ایک انتہائی خوشحال خوبصورت اور دولت مند آبادی تھی، جہاں علم ریاضی اور ہیئت اور اصطرلاب سازی میں کمال علم رکھنے والا عظیم دانشور ابو القاسم اصباع (پیدائش ۹۷۹ء) کی تجارتی حساب (Commerce) پر تصنیف نے مدتوں اہل مغرب سے داد و تحسین حاصل کی، علم ریاضی پر اس کی ایک اور تصنیف اعداد کی خاصیتوں پر مشہور تھی، علم ہیئت پر اس کے انکشافات اور مشاہدات نے اہل علم کو متاثر کیا، اور ہیئت کی جدولیں سدھانت کے ہندی طریقہ کے مطابق ترتیب دیا۔

امام زمانہ ابو مسلم عمر بن احمد بن خلدون (المتوفی ۴۴۹ھ) جس کی مشہور تاریخ اور مقدمہ آج بھی اہل علم میں بہت معروف ہے، اشبیلہ (اندلس) میں پیدا ہوا، وہ جیو میٹری میں ماہر تھا، اسپین کا ہی امام فن اور مشہور زمانہ فلسفی ابن باجہ (Ombus) ۵۳۵ھ جیومیٹری میں کامل دستگاہ رکھتا تھا، علاوہ ازیں کئی نامور ریاضی داں اندلس کی سرزمین سے ابھرے، جن کی تصنیفات نے علم ریاضی کی مختلف شاخوں میں نئے نئے انکشافات ومشاہدات درج کئے، جس کی روشنی میں علم و حکمت کو بے بناہ ترقی ہوئی۔

سلجوقی دور کا عظیم مفکر، شاعر اور سائنسداں ابو الفتح عمر بن ابراہیم خیام (۱۰۳۹ء تا ۱۱۳۱ء) علم ہیئت و ریاضی میں ماہر تھا، الجبراء میں (Binomial Theorem) اس کا اہم انکشاف ہے، خیام کی کتاب ''الجبر اوالمقابلۃ'' کے بارے میں مولانا شبلی لکھتے ہیں، ''اس نادر کتاب نے اہل یورپ کے نزدیک عمر خیام کو ریاضی دان اعظم ہونے کا ثبوت دیا'' ''شمسی سال کی مقدار ۳۶۵ دن/۵ گھنٹے ۴۹ منٹ عمر خیام کی دریافت ہے جو آج کی دریافت سے صرف ۱۱۱۳ء سکنڈ کا فرق رکھتی ہے، اس کی تیار کردہ تقویم، ایک عظیم کارنامہ ہے، لیپ سال عمر خیام نے رائج کیا، اور آج جو عیسوی کیلنڈر دنیا میں رائج ہے یہ اس کا بنایا ہوا ہے۔

مولانا شبلی رقمطراز ہیں، ''عہد وسطیٰ میں مسلمانوں کا قدم نہ آتا تو یونان، مصر، ہند، اور فارس کے علمی ذخیرے آج برباد ہو چکے ہوتے، بقول ایم جی گوڈ ''عہد وسطیٰ میں مسلمان دنیا کی سب سے متمدن اور مہذب قوم تھی، انہوں نے مشرق ومغرب کو بیدار کر کے انہیں علوم کا انمول خزانہ دیا'' ۱۱۳۰ء میں طلیطلہ (اسپین) میں مدرسہ مترجمین قائم کیا گیا، اور معروف عربی تصانیف کے لاطینی زبان میں ترجمے کئے گئے، جس نے اہل یورپ کو انقلاب کے راستہ پر لا کھڑا کیا۔

ماخذ: ۱- مسلمان سائنسدان، از مولانا ابراہیم عمادی ندویؒ
۲- علوم قدیمہ ومسلمان، از علامہ شبلی نعمانیؒ
۳- قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات، از مولوی محمد عبدالرحمٰن خان۔

بشکریہ تعمیر حیات جنوری ۲۰۲۳ء

تجزیہ

اس دیش میں نغمے بہنے دو اس دیش میں ہم کو رہنے دو

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

اقصائے ہند میں کیا علماء اور کیا دانشور کیا مسلم سیاسی رہنما اور کیا متوسط طبقہ کے جوان اور کیا عمر رسیدہ انسان سارے کے سارے مسلمان اس پریشانی میں مبتلا ہیں کہ اس ملک میں مسلمانوں کا مستقبل کیا ہے کیا ان کے مکانوں پر یہاں بلڈوزر چلا دیا جائے گا، کیا ان کی عبادت گاہیں گرادی جائیں گی، کیا ان کی روشن تاریخ کو بدل دیا جائے گا، اسکول کے نصاب میں وہ کتابیں داخل کی جائیں گی جو یہ بتائیں گی کہ ہر مسلم حکمراں ظالم تھا ستم گر تھا، ہر روز جب صبح طلوع ہوتی ہے اخبار کے ذریعہ مسلمانوں پر جبر وظلم کی خبر آتی ہے، ہر شام جب آفتاب غروب ہوتا ہے مسلمانوں کے عزت واقبال کا آفتاب بھی کہیں نہ کہیں غروب ہوتا ہے، یہ رسم چلی ہے کہ مسلمان اس ملک میں سر اٹھا کر نہ چلیں سربزیری سرافگندگی کو اپنا شیوہ بنالیں، مسلمانوں کی شکل وصورت دیکھ کر حملے عام بات ہوگئی ہے، پوری پوری بستیاں جلا دی جاتی ہیں نشیمن پھونک ڈالے جاتے ہیں، مسلمانوں کے قتل کے مجرم اگر سزایاب بھی ہوتے ہیں تو ان کو رہا کر دیا جاتا ہے اور پھر ان کا ایک ہیرو کی طرح شاہانہ استقبال کیا جاتا ہے، مسلمانوں کے قتل عام کی برسرعام دھمکیاں دی جاتی ہیں اور دھمکی دینے والوں کے خلاف کوئی عدالتی کاروائی نہیں ہوتی ہے، پرسنل لا میں رات دن مداخلت ہوتی ہے یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے، مسلمانوں کے لئے تبلیغ جرم ہے لیکن مسلمان لڑکیوں کے ارتداد کی کوشش ہو رہی ہے، یہ مسلمانوں کی مظلومیت کا دور ہے زمیں سخت ہے آسمان دور ہے، مسلمانوں کا عدلیہ پر سے اعتماد بھی اب اٹھتا جارہا ہے، گیان واپی اور متھرا کا مسئلہ بھی متنازعہ بن گیا ہے، حالانکہ یہ بات طے پائی تھی کہ بابری مسجد کے بعد اب اور کسی دوسری مسجد پر تنازعہ نہیں کھڑا ہوگا، آزادی کے وقت جو بھی عبادت گاہ تھی اس کی حیثیت باقی رکھی جائے گی اب تاریخ کی کتابوں میں ردوبدل ہو رہا ہے اور بی جے پی کے نظریات کے مطابق تاریخ نویسی کی جارہی ہے، مسلم حکمرانوں کو ظالم اور ستمگر ثابت کیا جارہا ہے، مرکزی اور ریاستی ملازمتوں میں مسلمانوں کی تعداد ان کی آبادی کے مقابلہ میں صفر کے برابر ہے، ہندوستان کے نیوز چینلوں میں اور اخبارات میں رات دن زہرافشانی کی جاتی ہے، ٹرین کے مسلم مسافروں کو جے شری رام کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے، اس طرح کے واقعات بہت بار پیش آچکے ہیں، شمالی مشرقی دہلی برہم پوری میں ہندوؤں کو کہا گیا ہے، کہ نہ مسلمانوں کو مکان کرایہ پر دیا جائے اور نہ ان کے ہاتھ مکان فروخت کیا جائے، دھرم سنسد کے واقعات ایک سے زیادہ بار پیش آچکے ہیں جہاں مسلمانوں کے خلاف زہرافشانی کی جاتی ہے اور ان کے قتل عام کی اپیل کی جاتی ہے اور پولیس کوئی کاروائی نہیں کرتی ہے، مسلمانوں کے خلاف ایک طرح کی جنگ چھیڑ دی گئی ہے،

مسلمان تعلیم میں اور معیشت میں بہت زیادہ پسماندہ ہیں، ترقی کے راستے ان کے لئے بند کر دئے گئے ہیں، اوقاف کے گراں قدر اثاثہ پر قبضہ ہے یہ سب صرف شکوہ ظلمت شب نہیں ہے اپنے حصہ کی کوئی شمع جلانے کی اجازت بھی نہیں ہے اگر کسی نے احتجاج کی کوشش کی تو انگلیاں فگار کی جاتی ہیں اور صحافی کا خامہ خوں چکاں ہوتا ہے اور ضمیر کے مطابق لکھنے والوں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے لوح وقلم کی متاع چھین لی جاتی ہے، اگر کوئی اپنے مذہب کا بھی تعارف کراتا ہے تو زبردستی تبدیلی مذہب کے الزام میں اسے جیل بھیج دیا جاتا ہے حق بات کہنا جرم ہو گیا ہے چند روز پہلے ایک ٹرین میں ایک مسلم تاجر عاصم حسین کو زدوکوب کیا گیا اور اسے جی شری رام کہنے پر مجبور کیا گیا اس نے انکار کیا تو اور بھی زیادہ زدوکوب کیا گیا۔ دینی مدارس نشانہ پر ہیں اور غنیم کے عسکری ہر برج پر کمان بدست ہیں، مسلمانوں کی زبان اور تہذیب کے قلعوں کو مسمار کیا جا رہا ہے اور غنیم کے لشکری ہر طرف حلقہ زن ہیں اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، اس وقت جو حالات ہیں اس سے ملتے جلتے حالات میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فتوی دیا تھا، اگر ہندوستان کے حالات قابو میں نہ آئے تو ہندوستان کے علماء کو پھر یہی فتوی دینا پڑے گا، نئی کشمکش شروع ہوگی اور نئی کشاکش اور پھر کشت وخون کا آغاز ہوگا۔ اس وقت زعفرانی پرچم لہرانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کا عزم ہے اگر یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو گیا تو پھر حالات اس ملک میں آتش فشاں ہو جائیں گے صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ ہندوؤں کے بڑے طبقہ کے لئے یہ چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔ لیکن اقلیتوں کے لئے خاص طور پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہوگا

یہ وہ حالات ہیں جس نے حساس طبیعتوں کو پریشان کر رکھا ہے مسلمانوں کی قیادتیں اب تک کئی کانفرنسیں کر چکی ہیں مسلمانوں کی ایک بڑی تنظیم نے علماء اور عمائدین شہر کی مشاورت بھی منعقد کی تھی یہ سب بے چینی اور پریشانی کے آثار ہیں اور غم دل کا غبار ہیں، اہل علم اور اہل فکر دلفگار ہیں، بعض کمزور اور کم ہمت لوگ دوسرے ملکوں میں بسنے اور ہجرت کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرفہ الحال شخصیتوں کا اس ملک کو چھوڑ کر چلا جانا باقی لوگوں کو مزید خوف زدہ کرے گا، کاش کہ اس طبقہ کا یہ ذہن بنتا کہ ہمیں اس ملک میں رہنا ہے اور حالات کا مقابلہ کرنا ہے اور اسلام کی دعوت کو ہر گھر اور ہر فرد و بشر تک پہونچانا ہے ہمیں خیر امت کے منصب پر فائز کیا گیا ہے اور اس ملک کو چھوڑ کر چلا جانا اپنی منصبی ذمہ داری سے فرار ہے اور ہندوستان میں مسلمانوں کو اور زیادہ کمزور اور بے یار و مددگار اور خوف زدہ کرنے کا سبب ہے۔

حالات مایوس کن ضرور ہیں لیکن زندہ قومیں مایوس نہیں ہوتی ہیں مسلمانوں کو اپنی تاریخ میں اس سے بھی زیادہ سخت حالات سے سابقہ پیش آ چکا ہے اور لوگوں نے حالات کا مقابلہ کیا اس وقت ہر کس و ناکس یہ پوچھتا ہے کہ اب ان نئے حالات میں مسلمان کیا کریں ''پس چہ باید کرد'' اب کیا تدبیر اختیار کریں۔ اس ابتلائے عام کے زمانہ میں بھی بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے حالات کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے سامنے کام کا واضح نقشہ موجود ہی نہیں ہے انہوں نے گہرائی کے ساتھ حالات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے ان کے پاس بصیرت کی نگاہ مفقود ہے وہ ظاہری حالات کو دیکھتے ہیں ان کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکتے ہیں اور نہ صحیح حل تک پہونچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں حال میں آر ایس ایس کے

چیف موہن بھاگوت کا بیان آیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے ''ہندوایک ہزار سال سے حالت جنگ میں ہیں یعنی مسلمان ان سے برسر جنگ ہیں، انہوں نے فرمایا مسلمان اپنی بالا دستی کا دعوی ترک کردیں مسلمان یہ بات کہنا چھوڑ دیں کہ وہ ایک عظیم قوم ہیں ہم نے اس ملک پر ایک بار حکومت کی اور ہم پھر حکومت کریں گے''، لیکن مسلمانوں کے کارناموں اور ان کی خدمات کا اعتراف تو غیر مسلم مورخین نے بھی کیا ہے، موہن بھاگوت اس بات کا اعتراف نہیں کرتے اس ملک میں دلت کئی ہزار سال سے حالت جنگ میں ہیں اور اعلی ذات کے ظلم کا شکار ہیں، موہن بھاگوت کا کہنا ہے کہ ہندوستان کو ہندوستان رہنا چاہئے یعنی اسے اعلی ذات کے ہندووں کا ملک ہونا چاہئے اور ملک کو اسلام کے خطرہ کا مقابلہ کرنا چاہئے، موہن بھاگوت کے بعد انٹرنیشنل ہندو پریشد کے صدر پروین توگڑیا نے آئین میں تبدیلی کا پرچم اٹھایا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کو ووٹ دینے کے حق سے محروم کردینا چاہئے اور کہا ہے کہ صرف ہندووں کے مفادات کو سامنے رکھ کر آئین میں تبدیلی کی ضرورت ہے، انہوں نے اترا کھنڈ میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی۔

ہندوتوا کو ماننے والی تنظیمیں مسلمانوں کے خلاف مسلسل زہر اگلتی رہتی ہیں ہندووں کی قابل لحاظ تعداد نے مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کو اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے اور ان کو کوئی سزا نہیں دی جاتی ہے اور ان کو حکومت کی طرف سے خاموش حمایت ملتی ہے، حکومت کا معاملہ یہ ہے کہ اس نے لاکھوں مسلمانوں کی شہریت چھین لینے کے لئے اور لاکھوں ہندووں کو باہر سے لاکر بسانے کے لئے NRC, CAA کا قانون پاس کیا جس پر مسلمانوں نے شاہین باغ کا احتجاج منعقد کیا یہ قانون پاس ہو چکا ہے اور سن ۲۴ کے الکشن کے بعد جب بی جے پی مکمل اکثریت میں آئے گی تب اس پر عمل درآمد بھی ہوگا اور آئین بھی بدل دیا جائے گا اور ہندوستان کے ہندو راشٹر ہونے کا اعلان بھی ہوجائے گا اور ''آر اس اس'' کی دیرینہ آرزو پوری ہوگی اور ہندوتوا والوں کی امیدوں کے چمن میں بہار آئے گی۔ ہندووں کی ایک اور جماعت نے دو کروڑ کی تعداد میں ترشول باٹنے کا منصوبہ بنایا ہے تاکہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاسکے۔ مصر کی تاریخ میں فرعون کی اور قبطیوں کی حکومت نے جس طرح بنی اسرائیل پر ظلم کیا تھا اسی طرح مسلمانوں پر ہندوستان میں ظلم کا منصوبہ بنالیا گیا ہے۔

اسپین کی تاریخ مین بھی مسلمانوں نے کئی سو سال حکومت کی آخری سو سال سے زیادہ کا عرصہ مسلمانوں پر سخت ظلم وزیادتی کا زمانہ رہا ہے اور پھر مسلمانوں کی تاریخ وہاں اختتام تک پہونچی اور مسلمان جو حکمراں تھے وہاں محکوم بن گئے جو بالا دست تھے وہ زیر دست ہوگئے، ہندوستان میں اسی کے آثار نظر آرہے ہیں گھٹاٹوپ اندھیری رات ہے اور امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی ہے۔

سوال یہ کہ کہ مسلمانوں کے پاس ان خطرناک حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا اسٹریٹجی ہے اور کیا منصوبہ ہے، اس وقت مسلمانوں کے ویزن اور دور اندیشی کا امتحان ہے، ایسے سخت اور جانگسل حالات میں دوطرح کی تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں ایک تو انسانی تدبیریں ہیں اور کچھ قرآنی تدبیریں ہیں، انسانی تدبیریں تو وہ ہیں جن کی طرف ہر ایک صاحب علم وبصیرت کی نظر جاتی ہے اور وہ ان تدبیروں کو پیش کرتا ہے اور یہ تدبیریں غلط نہیں ہیں، ابھی دہلی میں جو کانفرنسیں منعقد ہوچکی ہیں ان میں ان تدبیروں کو دنیوی امور کے تجربہ کار ماہرین اور

دانشوروں نے پیش بھی کیا ہے۔

جیسے مسلم نوجوانوں میں علمی صلاحیتوں کا ارتقااور بہتر سے بہتر مواقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش اوراس بات کی کوشش کہ مسلمانوں میں تعلیم عام ہو، ہر محلّہ کی مسجد میں صباحی اور شبینہ ابتدائی مدرسہ ہو جہاں محلّہ کے بچوں کو دینی اور اخلاقی تعلیم دی جائے اردوزبان اورقرآن کی تعلیم سے آراستہ کیا جائے ہر محلّہ میں لڑکوں اورلڑکیوں کے لئے حکومت کے نصاب کے مطابق اسکول کھولے جائیں، ہرشہر میں مسلمانوں کی تعلیم کا بہتر سے بہترانتظام ہومسلمانوں کی تمام تنظیمیں اور جماعتیں مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے لئے کام کریں، خدمت خلق اور خدمت انسانیت کےادارے قائم ہوں اور بڑے پیمانہ پررفاہی کام انجام پائیں اور یہ کام ہرمحلّہ میں بلا امتیاز مذہب ومسلک انجام دئے جائیں، تدبیروں میں ایک ضروری تدبیر ہرشہر میں اسلامی ہوسٹل کا قیام بھی ہے جہاں مسلم طلبہ کی تربیت کا بھی انتظام ہو۔ ہر شہر میں گاوں دیہات قصبات اور چھوٹے شہروں سے مسلم طلبہ اعلی تعلیم کے لئے شہروں کا رخ کرتے ہیں جہاں ان کے ٹھرنے کا اور دینی اوراخلاقی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہوتا ہے۔

انسانی تدبیروں میں ایک ضروری تدبیر ظلم کی مزاحمت بھی ہےاور بہتر قانونی چارہ جوئی بھی ہےاورحالات کے تناظر میں یہ کام بھی ایک ضروری کام بن گیا ہے، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمان کی شہادت کی غلط خبرمشہور ہوگئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی ،معلوم ہوا کہ اگرکسی ایک مسلمان پر بھی ظلم ہوتو مسلمانوں کے اجتماعی نظام کو متحرک ہونا چاہئے اوران احادیث کی اشاعت ہونی چاہئے جس میں کہا گیا ہے کہ جوشخص اپنی جان ومال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے تا کہ خودحفاظتی تدبیروں کے اختیارکرنے کا مزاج بن سکے اورمسلمانوں کونرم چارہ کوئی نہ سمجھے ،قرآن میں اہل ایمان کی تعریف میں کہا گیا ہے(والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون) یعنی جب ان پرتشدداورظلم ہوتاہےتووہ انتقام لیتے ہیں یعنی وہ دشمنوں کے لئے نرم چارہ نہیں ہوتے ہیں، اسی بات کواقبال نے اس طرح کہا ہے’’حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے اگر کانٹوں میں ہوخوئے حریری‘‘، اسی طرح انسانی تدبیر میں یہ بھی داخل ہے کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی اعتماد اور اتحادکو فروغ دینا چاہئے ایک دوسرے پرسب وشتم کا یکسر خاتمہ ہونا چاہئے ،امداد باہمی کے جذبہ کو پھیلانا چاہئے ،مسلمانوں کے درمیان دینی روح پھونکنے کے لئے جمعہ کے خطبات کومنظم کرنے کی ضرورت ہے زکات کے اجتماعی نظام کوزیادہ کارآمد بنانے کی ضرورت ہے،غریب طلبہ کے لئے اسکالرشپ کااوران کی تعلیمی فیس کا اس کے ذریعہ انتظام ہوسکتا ہے، یہ ساری تدبیریں مناسب ہیں، ان تدبیروں کے علاوہ اور بھی دوسری تدبیریں ہوسکتی ہیں، جنہیں اصحاب فہم وذکاء پیش کرتے رہتے ہیں،لیکن ان عام انسانی تدابیر سے برتر اور بلندتر وہ تدبیریں ہیں، جن کا ذکرقرآن میں آیا ہےجن کے اختیارکرنے سے اللہ کی نصرت نازل ہوتی ہے۔

تیر بہدف نسخہ ڈھونڈ ہنے کے لئے قرآن اورسیرت سے استفادہ کی ضرورت ہے، مثال کے طور پرقرآن میں اصحاب کہف کا ذکرآیا ہے وہ ایسے ملک میں رہتے تھے جو ہندوستان کی طرح کا ملک تھاجہاں شرک وبت پرستی کا راج تھا اورغیراللہ کی پرستش کا رواج تھاایسے ماحول میں چندنوجوان توحیداورآخرت

پر یقین کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے، انہوں نے شرک اور بت پرستی کے ماحول میں حق کا آوازہ بلند کیا اور خدائے واحد کی اطاعت کی دعوت دی وہاں بت پرستی اور شرک کے جتنے رومی سنگٹھن تھے انہوں نے اس دعوت پر نکیر کرنے اور دعوت دینے والوں کو تعزیز دینے کا فیصلہ کیا اور جو چند نوجوان تھے جو دین عیسائیت کی دعوت پوری بے خوفی سے دے رہے تھے وقت کے اقتدار نے ان کو سنگسار کر دینے کی تجویز پاس کی، یہ نوجوان سزا سے بچنے کے لئے ایک غار میں جا چھپے لیکن ان کا دین اور پھیلایا ہوا یقین آہستہ آہستہ اثر انداز ہوتا رہا، لوگ جو ایمان لا چکے تھے اور ان کے حلقہ اثر میں جن کی تربیت ہو چکی تھی ان کے چراغ سے چراغ جلتے رہے اللہ کی مدد نازل ہوئی یہاں تک کہ انقلاب آ گیا اور ملک کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ سے نکل گئی جو شرک پر اصرار کرتے تھے اور عیسائیت اور توحید کے ہر منادی کے لئے سزا تجویز کر رہے تھے یہاں تک کہ مشرکین اقتدار سے بے دخل کر دئے گئے یہ اصحاب کہف جب سو کر سو سال سے زیادہ کی نیند کے بعد اٹھے تو دنیا بدل چکی تھی اور اس وقت کے اہل اسلام کے حق میں فضا سازگار ہو گئی تھی۔ ان اصحاب کہف سے سب کو عقیدت ہو گئی تھی اور شہر والے ان کو بزرگ اور راہب اور من جملہ اولیاء اللہ سمجھنے لگے تھے اور ان کے انتقال کے بعد ان کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کی گئیں ۔

قرآن میں بنی اسرائیل کے قصے بھی بیان کئے گئے ہیں فرعون کے پھیلائے ہوئے نظام شرک میں حضرت موسی نے توحید کی صدا بلند کی فرعون اور اس کی حکومت کا پورا ایڈمنسٹریشن اس دعوت کے خلاف ہو گیا بنی اسرائیل کی تذلیل کی گئی ان کو سزائیں دی گئیں ان کے یہاں پیدا ہونے والے ہر نرینہ بچہ کو مار دیا جاتا، قبطی حاکم تھے اور بنی اسرائیل محکوم، لیکن حضرت موسی کی طویل دعوتی جدوجہد کے نتیجہ میں جو پہلے حاکم تھے یعنی قبطی وہ محکوم ہو گئے اور فرعون اور اس کا لشکر پانی کی قبروں میں دفن ہو گیا۔ خدا اپنی عبادت کے لئے دعوت دینے والوں کی مدد ضرور کرتا ہے اور اہل ایمان کو ضرور کامیاب کرتا ہے لیکن اسی کے لئے دعوت کے لئے کھڑا ہونا ضروری ہے اور اس راستہ میں جو مصائب آئیں گے انہیں برداشت کرنا اور صبر وتحمل سے کام لینا ضروری ہے، کامیابی اور کامرانی کی قرآنی تدبیر یہی ہے حضور اکرم ﷺ کی سیرت سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے مکہ مکرمہ کی دعوت تھی جس نے مسلمانوں کو مدینہ کی زندگی کا استحکام اور اقتدار عطا کیا، ہمیں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہئے، صحیح بات یہ ہے کہ ہم دعوت الی اللہ کو لے کر کبھی نہیں اٹھے، ہماری ساری تگ ودو ہماری ساری چیخ وپکار صرف اپنے حقوق کے لئے تھی، اپنے جائز حقوق کے لئے جدوجہد غلط نہیں، لیکن اللہ کی نصرت اللہ کے دین کی طرف دعوت دینے سے نازل ہوتی ہے یہی مفہوم ہے اس آیت کا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم یعنی اگر تم اللہ کی نصرت کروگے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔ اگر ہمارے قدم جم نہیں سکے ہیں اگر ہمارے قدم اکھڑ گئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک اور اصنام پرستی کی فضا میں ہم حق کی آواز نہیں بلند کر سکے ہمارے بزرگوں نے بھی گذشتہ صدیوں میں جو کام کیا وہ علمی کام کیا اور مسلمانوں کے درمیان کام کیا اللہ تعالے انہیں ان کے کاموں کا اجر عطا فرمائے لیکن یہ وہ پیغمبرانہ مشن نہیں تھا جس کا ذکر قرآن مجید کے صفحات میں قدم قدم پر ملتا ہے، ہمارا ذہن دعوت کے پیغمبرانہ کام سے اس قدر دور ہو گیا ہے کہ

ہمارے ذہن میں وہ ساری ''صحیح'' انسانی تدبیریں آتی ہیں جن کا اوپر ذکر آیا ہے لیکن وہ پیغمبرانہ تدبیر ہمارے ذہن میں نہیں آتی ہے جسکی تفصیل قرآن کے صفحات میں پھیلی ہوئی ہے اور سیرت طیبہ سے جس کی رہنمائی ملتی ہے۔

امریکہ میں نائین الیون کا واقعہ پیش آیا، ایک عمارت منہدم ہوگئی تو بیسوں کتابیں اس موضوع پر شائع ہوئیں اور لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوئیں ہندوستان میں ایک ملت اسلامیہ جو تاج وتخت کی مالک تھی اس کے اقتدار کی دیوار زمین بوس ہوگئی اس حادثہ کا بھی علمی اور فکری مطالعہ کرنا چاہئے تھا اور قرآن کو رہنما بنانا چاہئے تھا اور صحیح حل تک پہونچنا چاہئے تھا لیکن ایک جاہل قوم جو موبائیل بدست اور شکوہ بلب بن چکی ہے وہ قرآن وسنت اور سیرت وتاریخ سے رہنمائی حاصل کرنے سے گریزاں ہے، چند کتابیں جو اس موضوع خاص پر لکھی گئی ہیں ان کا بھی مطالعہ کرنے والا کوئی نہیں، نہ ان کتابوں کے بارے میں کسی کو کوئی واقفیت ہے۔

ایک کتاب کا نام ہے ''حالات بدل سکتے ہیں''، جس کا اہم اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن ابھی شائع ہوا ہے، اسے انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈی، قاضی پبلیشر نظام الدین نئی دہلی نے شائع کیا ہے دوسری کتاب کا نام ہے ''بند گلی سے آگے کی راہ'' کتاب کے مصنف کا نام ہے ڈاکٹر سید ابوذر کمال الدین، یہ کتاب مرکزی مکتبہ اسلامی اوکھلا ابوالفضل انکلیو نئی دہلی سے مل سکتی ہے، جناب سعادت اللہ حسینی صاحب کی دو اہم کتابیں اس موضوع پر قابل مطالعہ ہیں ایک ''ہندوتوا'' دوسری ''منزل اور راستے'' یہ دونوں کتابیں بھی مرکزی مکتبہ اسلامی سے مل سکتی ہیں، کتابوں کا تذکرہ ہم نے اس لئے کر دیا کہ اہل علم اہم اور پیچیدہ مسائل کو سمجھنے کے لئے پہلے علمی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تب لب کشائی کرتے ہیں۔ رکشہ چلانے والے ہر موضوع پر بغیر پڑھے ہوئے برجستہ اظہار خیال کرتے ہیں ایسا اظہار خیال ہرزہ سرائی، یاوہ گوئی، ژولیدہ بیانی کہلاتا ہے، چنانچہ آج کل ہر خاص وعام دنیا کے ہر مسئلہ پر مطالعہ کے بغیر ارتجالاً اظہار خیال کرتا رہتا ہے، ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ بے حد سنگین مسئلہ ہے بغیر تحقیق اور بغیر مطالعہ کے اس موضوع پر بھی لب کشائی کی عادت بن چکی ہے۔

سنجیدگی کے ساتھ کسی گہرے مطالعہ کے بغیر کچھ لوگ یوں لب کشا ہوتے ہیں ''مسلمانوں کو دنیا کے ملکوں میں وفد بھیجنا چاہئے جو مسلمانوں کی حالت زار سے دنیا والوں کو باخبر کرے''، ایک دوسرے لال بجھکڑ اپنے کنج لب سے یوں گفتگو کا آغاز فرمائیں گے ''مسلمانوں کو ہر شاہراہ پر ہر گلی کے نکڑ پر اجتماعی دعا مانگنی چاہئے کہ اللہ ہندوؤں کے دلوں کو نرم کردے''، ایک دوسرے یگانہ وفرزانہ دور کی کوڑی لائیں گے اور فرمائیں گے ''یہاں کے دلتوں کو برہمنوں سے لڑا دینا چاہئے'' ایسا لگتا ہے کہ دلت آپ کے اشارے کے منتظر ہیں اور آپ کے فرمانے سے وہ برہمنوں کی بالا دستی کے خلاف بغاوت کر بیٹھیں گے، دلتوں کو خوب معلوم ہے کہ ہندو مذہب میں ان کا کوئی مقام نہیں، انہوں نے خود کو اس احساس سے ہم آہنگ کرلیا ہے وہ برہمن کے خلاف بہت مشکل سے کوئی اسٹینڈ لے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ پیغمبروں کا طریقہ بھی نہیں رہا ہے، اسی طرح کی ہرزہ سرائی اور غلط اندیشی کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اسلام کی رہنمائی جاننے کی کوشش کرنی چاہئے، یہ اصل کام ہے اور اس کے لئے کتابوں کا اور خاص طور پر قرآن............ **بقیہ صفحہ نمبر ۴۱ پر**

تربیتی

اسمارٹ فون اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ

فیروز عبدالرحمٰن میمن

سمارٹ فون کی وجہ سے عوام خواص، خواہ مرد ہوں یا خواتین ہوں، مختلف قسم کے اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کی اپنی اصلاح کی فکر بھی نہیں ہوتی۔

غیبت کا بازار گرم

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی لگائیں اتنی دیر اللہ سے بات چیت کریں کیا فون پر طویل گفتگو میں غیبت نہیں کرتا لمبی گفتگو میں غیبت سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں، جہاں کہیں دو عورتوں نے باتیں شروع کیں تھوڑی دیر بعد غیبت شروع ہو جائے گی، الا ماشاء اللہ۔

اور یہ بھی حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ کی بات ہے، فرمایا کہ اجی! اپنے بکھیڑے تھوڑے ہیں جو ہم دوسرو کے بکھیڑوں میں پڑیں؟''

جب پہلے یہ پیکیج نہیں تھے تو رشتہ داروں اور دوستوں سے کیسے بات کرتے تھے؟ اب بھی ویسے ہی کرو، پانچ منٹ دس منٹ کرلو، کئی گھنٹے موبائل پیکیج پر فضول باتیں کرنا کیا یہ گناہ نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ پوچھیں گے نہیں کہ تم نے وقت کہاں استعمال کیا؟ میں یہ بات ایسے ہی نہیں کہہ رہا لوگ چار چار پانچ پانچ گھنٹے مفت پیکیج پر باتیں کرتے ہیں۔

پراپیگنڈا کرکے بدنام کرنا

آج کل ایک دوسرے کے راز کے پیچھے پڑتے ہیں، تجسس کرتے ہیں، غلطیوں کی ٹوہ لگاتے ہیں اور بعض بے حیا موبائل ہیک کر کے تمام ڈیٹا چوری کر لیتے ہیں، پھر عزت کی دھجیاں اڑا کر مزے لیتے ہیں، حالانکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کو دیکھ کر فرمایا تھا: ''اے کعبہ! تیری عزت سر آنکھوں پر ہے، لیکن مومن کی آبرو تجھ سے بڑھ کر ہے، بجائے اس کے کہ دوسروں کے عیبوں پر پردہ رکھے ان کو اور پھیلاتے ہیں، حالانکہ دوسروں کے عیب کو چھپانے کا حکم ہے، موبائل کے ذریعے پردہ دری، پروپیگنڈہ، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانا بھی عام ہوتا جا رہا ہے، گناہوں کی تصویر بنا کر ستاتے اور ذلیل کرتے ہیں، حالانکہ عیب دیکھنا بھی منع اور عیب ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

کسی کو ذلیل کرنے پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم رسالت مآب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ دنیا میں کسی بندے کے عیب چھپائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کے عیب چھپائے گا، تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ کو اپنے بندوں کی عیب جوئی ان کو بدنام کرنا سخت ناپسند ہے، اتنا ناپسند ہے کہ اس کو زنا سے زیادہ اشد قرار دے دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیبت زنا سے بھی زیادہ شدید ہے،''۔

ہمارے حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس کی مثال دیا کرتے تھے کہ دیکھو! اپنا بیٹا کتنا ہی نالائق ہواور باپ اسے ڈانٹ تا بھی ہو،مگر باپ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے بیٹے پر محلّہ میں کوئی دوسرا تبصرہ کرے،اس سے اس کا دل دکھتا ہے،اسی طرح اللہ تعالیٰ کو حق ہے اپنے بندوں کو ڈانٹ لگانے کا،مگرتم کیوں اس پر تبصرہ کرتے ہو؟ اگرتم واقعی مخلص ہو تو اسے ادب واکرام سے سمجھاؤ،اس کے لیے دعائیں مانگو،روؤ کہ اے اللہ ! وہ بے نمازی ہے اسے نمازی بنادے،کچھ آنسو گراؤ،پھر دیکھو! تمہارے دل میں کیسانور بڑھتا ہے!

واٹس اپ گروپ کی وجہ سے جھگڑے

اسمارٹ فون پر خاندانوں اور دوستوں کے واٹس اپ گروپ بنے ہوئے ہیں،جس میں فضول بحث ومباحثوں کے ساتھ غیبت،بہتان تراشی اور تنقید کا بازار گرم رہتا ہے،اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے،فضول باتوں میں وقت الگ برباد کرتے ہیں اور تلخیاں الگ ہوتی ہیں،ساس بہو میں کچھ جھگڑا ہوا اور بہو ناراض ہو کر میکے چلی گئی تو نیٹ کے گروپ میں غیبت،برائی اور الزامات لگا کر مزید دوریاں پیدا کرتے ہیں،خاندان کے جھگڑے،میاں بیوی،ساس بہو کے جھگڑے ٹیپ کرلیتے ہیں،پھر اس میں سے اپنی غلط باتوں کو نکال کر دوسروں کی غلطیوں کو پھیلاتے ہیں،صلح کے بجائے آگ لگا کر طلاق کرادیتے ہیں،کیونکہ جوڑنے والے کم اور توڑنے والے اور تماشا دیکھ کر خوش ہونے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

بلیک میلنگ کرنا:

موبائل کے ذریعے بلیک میل کرنے کا سلسلہ بھی عام ہے،لوگوں کی بددعائیں لیتے ہیں،عزت والے لوگ بدنام ہوجاتے ہیں اور یہ لوگ خوشیاں مناتے ہیں کہ ہم نے بڑا کارنامہ کرلیا،اسی طرح بعض لوگ علماء اور بزرگان دین کی ویب سائٹ ہیک کرکے اس پر غلط چیزیں ڈال کران کو بدنام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔

موبائل کے استعمال کی وجہ سے اخلاق خراب

موبائل کی فضولیات کے ساتھ نہ شوہر کی اطاعت ہوسکتی ہے،نہ ماں باپ ساس سسر کی خدمت ہوسکتی ہے،نہ اولاد کی تربیت ہوسکتی ہے،خاتون جب فون یا نیٹ کے ذریعہ پیکج پر بات کرے گی،اوراس دوران جب بچہ روئے گا،اسے بھوک لگے گی یا پیشاب پاخانہ کردے گا تو خاتون اسے برا بھلا کہے گی،مارے گی،کیونکہ فون تو وہ بند نہیں کرے گی،معصوم بچے کی پٹائی کرنے سے کیا اللہ تعالیٰ راضی ہوگا؟

ریا اورحب جاہ کا مرض:

جولوگ اسمارٹ فون رکھتے ہیں،اس سے فیشن پرستی میں بھی مبتلا ہونے کا خدشہ ہے،کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس ایسے جدید فیشن والا موبائل ہے تو میرے پاس بھی ہونا چاہئے احساسِ کمتری،ریا،دکھلاوا،شرکِ خفی میں مبتلا ہورہے ہیں،مہنگا موبائل خریدنے میں جاہ چھپی ہوئی ہے کہ شہرت ملے اور لوگ تعریف کریں کہ میرے پاس قیمتی موبائل ہے،نئے نئے ڈیزائن کے مہنگے موبائل خرید لیتے ہیں،پھر دوسروں کو دکھانے کے لیے ان کے بات کرنے کا انداز بدل جاتا ہے،بات بات پر جان بوجھ کر موبائل دکھاتے ہیں کہ مرے پاس اتنا مہنگا موبائل ہے،کیا یہ ریا نہیں ہے؟اب جن کے پاس بڑا موبائل نہیں ہوگا تو اگر وہ سمجھدار ہوں گے تو خوش ہوں گے کہ اس بلا سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور اگر عقلمند نہیں ہوں گے تو احساسِ کمتری کا شکار ہوجائیں گے۔...... بقیہ صفحہ نمبر ۴۴ پر

جائزہ

موجودہ اسرائیلی حکومت، مختلف ممالک کی تشویش اور فلسطینیوں کا امتحان

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی، مون ریز ٹرسٹ اسکول، زامبیا، افریقہ

غاصب اسرائیل میں نئی حکومت تشکیل دی جا چکی ہے، یہ حکومت ایک بار پھر "لیکوڈ" پارٹی کے چیرمین بنجامن نیتن یاہو کی قیادت میں، 29/ دسمبر 2022 کو تشکیل دی گئی ہے، اس سے پہلے بھی ''نیتن یاہو'' نے بحیثیت وزیر اعظم پانچ بار غاصب وقابض اسرائیل کی حکومت کی قیادت کی ہے، یہ چھٹی بار اس شخص نے وزارت عظمی کا حلف لیا ہے، اس حکومت میں جو خاص بات ہے وہ یہ ہے کہ اس بار نیتن یاہو نے جن پارٹیوں کی حمایت سے حکومت سازی کی ہے وہ پارٹیاں نہایت ہی دائیں بازو کی ہیں، ان پارٹیوں کے قائدین نے ماضی میں نہایت ہی شدت پسندانہ موقف کا اظہار کیا ہے، پھر ان پارٹیوں کے جن شدت پسند ارکان کو کابینی وزراء بنایا گیا ہے، وہ نہایت ہی قوم پرست، سخت گیر، صہیونی اور رجعت پسند ہیں، ان کابینی وزراء میں جُوش پاور پارٹی کا اتمار بین گویر، شاس پارٹی کا آریہ ڈیری، ریلیجس زائنزم پارٹی کا بیزل اسموٹرچ اور یوان گلانٹ جیسے لوگ شامل ہیں۔

اتمار بین گویر کو قومی سلامتی کا وزیر بنایا گیا ہے، اس شخص نے وزارت کا حلف اٹھانے کے دو ہی دنوں بعد، عالمی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، 3/ جنوری 2023 کو مسجد اقصی میں اشتعال انگیز در اندازی کا ارتکاب کیا، مسجد اقصی میں کسی اسرائیلی وزیر کا داخل ہونا بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی اور مسجد اقصی کی تاریخی حیثیت کے خلاف ہے، اس وزیر کی اس اشتعال انگیز در اندازی کے ارتکاب کے بعد، مختلف ممالک نے اپنی تشویش اور بے چینی کا اظہار کیا ہے اور اس در اندازی کی مذمت کی ہے، واضح رہے کہ مسجد اقصی مسلمانوں کی تیسری اہم عبادت گاہ ہے جو مشرقی بیت المقدس میں واقع ہے، 1967 کی عرب اسرائیل جنگ میں قابض اسرائیل نے مشرقی حصہ کو بھی قبضہ کر لیا، مگر اس کے باوجود دہائیوں سے مسجد اقصی میں صرف مسلمانوں کو ہی داخل ہونے کی اجازت ہے۔

اس شدت پسند وزیر کی در اندازی پر فلسطینی وزارت خارجہ نے شدید ردّ عمل کا اظہار کیا ہے، فلسطینی رہنماؤں نے اس در اندازی کو غیر معمولی اشتعال انگیز اقدام قرار دیا ہے، متحدہ عرب امارات، اردن، اسلامی جمہوریہ مصر اور سعودی عرب نے بھی وزیر کے اس دورے سے پیدا ہونے والے حالات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے، ترکی نے اس دورے

کی مذمت کرتے ہوئے اسرائیلی وزیر کے دورے کو اشتعال انگیز قرار دیا ہے،اس حوالے سے امریکہ کی جو بائیڈن انتظامیہ بھی ناراض دکھائی دے رہی ہے،امریکہ کی جو بائیڈن انتظامیہ نے اتمار بین گویر کے مسجد اقصی کے احاطے کے اشتعال انگیز دورے کے بعد، 3/ جنوری 2023 کو اپنے بیان میں کہا ہے کہ یروشلم (مقبوضہ بیت المقدس) میں مقدس مقامات کی حیثیت کو کمزور کرنے والا کوئی بھی یک طرفہ اقدام نا قابل قبول ہے،امریکہ یروشلم میں مقدس مقامات کے حوالے سے جوں کی توں صورت حال برقرار رکھنے کی بھرپور حمایت کرتا ہے اور ایسا کوئی بھی یک طرفہ اقدام جو "اسٹیٹس کو" کو کمزور کرتا ہے، وہ نا قابل قبول ہے۔ بیان میں بنجامن نیتن یاہو سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بیت المقدس میں مقدس مقامات کی حیثیت کو برقرار رکھنے کے اپنے وعدے کی پاسداری کرے۔

اس معاملے کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے چین اور متحدہ عرب امارات نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تھا، بروز جمعرات، 5/ جنوری 2023 کو ہنگامی اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس میں سلامتی کونسل نے مسجد اقصی کی صورت حال کو جوں کا توں برقرار رکھنے پر زور دیا۔مگر کونسل نے اسرائیلی وزیر بین گویر کے مسجد اقصی میں غیر قانونی در اندازی کے حوالے سے کسی طرح کی کاروائی کے حوالے سے خاموشی اختیار کی، فلسطینی سفیر ریاض منصور نے بین گویر کی اشتعال انگیز حرکت کے تناظر میں سلامتی کونسل سے اسرائیل کے خلاف کاروائی کرنے کی اپیل کی، انھوں نے کہا: "سلامتی کونسل آخر اسرائیل کی طرف سے کس حد کو پار کرنے کے انتظار میں ہے،اب تو انتہا ہو چکی ہے"۔انھوں نے اسرائیل پر سلامتی کونسل کے تئیں" مکمل توہین" کا مظاہرہ کرنے کا الزام بھی لگایا، فلسطینی سفیر نے کونسل کی جانب سے کسی طرح کی کاروائی نہیں کیے جانے پر مایوسی کا اظہار کیا اور متنبہ کیا کہ اس سے صورت حال قابو سے باہر ہو سکتی ہے،اقوام متحدہ کے سیاسی امور کے سینئر اہل کار: خالد خیری نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: " گو کہ اس وزیر کے دورے کے بعد، کسی طرح کا تشدد نہیں ہوا، لیکن "اسٹیٹس کو" میں تبدیلی کے حوالے سے بین گویر کے سابقہ بیانات کے تناظر میں اسے اشتعال انگیز حرکت کے طور پر دیکھا جا رہا ہے"۔

روس اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا مستقل ممبر ہے، روس نے کونسل کے اجلاس میں اسرائیلی وزیر بین گویر کی اشتعال انگیزی پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے ایک سنگین اور حساس مسئلہ قرار دیا ہے،اس موقع پر روس نے اپنی تجویز دہرائی کہ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے تمام فریقوں کے ساتھ مذاکرات کیے جائیں، اقوام متحدہ، امریکہ، روس اور یورپی یونین کے نمائندے خطے کے اہم فریق ممالک اور اسرائیل کے درمیان مصالحت کرا کر، اس مسئلے کو حل کریں، روس کے نمائندے نے واضح لفظوں میں کہا کہ امریکہ علاقے میں امن مذاکرات شروع کرانے میں کوئی تعاون نہیں کر رہا ہے،انہوں نے "یو این، امریکہ، روس اور یورپی یونین" سے اپیل کی کہ وہ ایک ایسی حکمت عملی وضع کریں کہ سلامتی کونسل میں پاس قراردادوں کی روشنی میں اس مسئلے کو حل کر لیا جائے۔

اقوام متحدہ میں غاصب اسرائیل کا مستقل مندوب جلعاد

اردان نے سلامتی کونسل کے ہنگامی اجلاس کو مایوس کن قرار دیا، اس نے اسرائیلی وزیر کے دورے کا دفاع کرتے ہوئے اسے مختصر، پرامن اور قانونی قرار دیتے ہوئے کہا کہ "یہ مسجد اقصی میں دراندازی نہیں ہے اور نہ ہی کچھ اور ہے"۔

یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ ایک طرف اسرائیل مندوب اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں بین گویر جیسے شدت پسند کے مسجد اقصی میں دراندازی کو پرامن بتا رہا ہے اور دوسری طرف اردن کے سفیر کو مسجد اقصی میں داخلے سے اسرائیلی حکومت روک دیتی ہے، 17/جنوری 2023 کو تل ابیب میں متعین اردنی سفیر برائے اسرائیل نے مسجد اقصی کا دورہ کرنے کا منصوبہ بنایا، تو اسے اسرائیلی حکومت نے دورہ کرنے سے روک دیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی مسجد اقصی کے تمام امور کی ذمہ داری مملکت ہاشمیہ اردن کی "اردنی اوقاف، اسلامی امور اور مقدس مقامات" کی ہے۔ اردنی اوقاف مسجد اقصی کے تمام امور کو منظّم کرنے اور اس تک رسائی کو منظّم کرنے کے لیے خصوصی دائرہ اختیار کے ساتھ قانونی اتھارٹی ہے، اس رویے سے ناراض ہوکر، اردن نے سخت لفظوں میں احتجاجی مراسلہ اسرائیلی حکومت کو بھیجا ہے۔

یہاں قارئین کی یاد دہانی کے لیے یہ ذکر کر دینا مناسب ہے اسرائیلی فوج کا سابق سربراہ اور اسرائیل کا سابق وزیر اعظم، ایریل شیرون نے بہ روز: جمعرات، 28/ستمبر 2000ء کو، تین ہزار اسرائیلی پولیس کی سخت نگرانی میں، بیت المقدس میں اپنے ناپاک قدموں سے دراندازی کر کے، بیت المقدس کی بے حرمتی کی تھی، شیرون کے اس اشتعال انگیز اقدام پر، عرب وعجم کے مسلمانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیے تھے، فلسطینی عوام اور خاص طور پر فلسطینی بچے اور جوان نے انتفاضہ کی کاروائی شروع کی تھی، اس وقت بھی شیرون کے اس دراندازی کو اشتعال انگیز قرار دے کر، عالمی سطح پر اس کی مذمت کی گئی تھی، اسی طرح گلارڈ ارڈن نے سن 2017ء میں، وزیر برائے پبلک سکیورٹی کی حیثیت سے بیت المقدس کی مقدس سرزمین کا دورہ کر کے اشتعال انگیزی کا ارتکاب کیا تھا، آج کے وزیر بین گویر کی یہ حرکت اپنے سابق رہنماؤں کی اشتعال انگیزی کا اعادہ ہے۔

اسرائیل کے غاصبانہ قیام کے روز اول سے مغربی ایشیا میں، امن کے امکانات دن بہ دن مزید معدوم ہوتے نظر آرہے ہیں، ہر کوئی جانتا ہے کہ اسرائیل اپنے قیام کے دن سے ہی فلسطینیوں کے خلاف ظلم و جبر کا راستہ اپنائے ہوا ہے، فلسطینیوں کے حوالے سے اسرائیلی حکومت کی دن بہ دن شدت بڑھتی جارہی ہے، اسرائیل جس راستے پر چل رہا ہے وہ امن کے بجائے شورش کو جنم دینے والا ہے، وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آرہا ہے، غاصب اسرائیل کی تاریخ میں، موجودہ حکومت سب سے زیادہ دائیں بازو کی ہے، موجودہ حکومت فلسطینیوں کے خلاف ہر وہ اقدام اٹھانے کی کوشش کررہی ہے جو بنیادی حقوق اور عالمی قانون کے خلاف ہے، موجودہ وزیر برائے قومی سلامتی کا اپنی ذمہ داری کا حلف اٹھانے کے دوسرے دن ہی مسجد اقصی میں دراندازی اور اشتعال انگیز حرکت، موجودہ سرکار کی ترجیحات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ دراندازی درحقیقت اس کے شدت پسندانہ ایجنڈا کو نافذ کرنے کی ایک کوشش ہے۔

خدشہ ہے کہ یہ حکومت آنے والے دنوں میں مزید

تنازعات کا سلسلہ شروع کرے گی۔ جن میں فلسطینیوں کی زمین کو قبضہ کر کے یہودی بستیوں کی تعمیر کا معاملہ بھی شامل ہوگا؛ کیوں کہ اس حکومت میں اتمار بین گویر کی نوعیت کے کئی اور بھی انتہائی دائیں بازو کے لوگ شامل ہیں، جن کا موقف یہی ہے، ایسے وقت میں بروز: جمعہ، 30 / دسمبر 2022ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس میں بین الاقوامی عدالت انصاف سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ فلسطینی زمینوں پر اسرائیلی قبضے کے معاملے پر غور کرے۔

عدالت انصاف سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اسرائیل کی طرف سے فلسطینی عوام کے حق خودارادیت کی مسلسل خلاف ورزی کے قانونی نتائج کے ساتھ ساتھ القدس شہر کی آبادیاتی ساخت، کردار اور حیثیت کو تبدیل کرنے کے لیے اس کے اقدامات کا تعین کرے، اس قرارداد کے حق میں 87 اور مخالفت میں 26 ووٹ آئے، سارے عرب ممالک نے متفقہ طور پر اس کے حق میں ووٹ دیا، یہ افسوس کی بات ہے کہ جمہوریت، عدل وانصاف اور حقوق انسانی کے چمپین ہونے کا دعوی کرنے والے امریکہ، برطانیہ اور جرمنی نے اس قرارداد کی مخالفت کی، جب کہ فرانس نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا، جنرل اسمبلی کی اس قرارداد سے انصاف پسند لوگوں کو کچھ امیدیں بندھیں ہیں، یہ بات قبل ذکر ہے کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے برعکس، جنرل اسمبلی کو کسی کو پابند کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

اتمار بین گویر کا ماضی نہایت ہی داغدار ہے، یہ شخص سن 2007ء میں فلسطینیوں کے خلاف تشدد بھڑکانے کے الزامات میں مجرم قرار دیا گیا تھا، یہ شخص فلسطینیوں کا بہت بڑا مخالف ہے، وہ ایک خودمختار فلسطین کا مخالف ہے، فلسطینی اتھارٹی کی سرکار کو ختم کرنے کا حامی ہے، یہ اسرائیلی قابض افواج کو گولی چلانے کی آزادی دینا چاہتا ہے، اس شخص کو قومی سلامتی کی وزارت دی گئی ہے، بہت سے عالمی رہنماؤں کو اس شخص کو وزارت دیے جانے پر زبردست تشویش ہے، شاس پارٹی کا آریہ ڈیری جسے وزیر صحت بنایا گیا ہے، وہ بھی نہایت ہی سخت گیر ہے، وہ چاہتا ہے کہ قابض فوجیوں کو زیادہ سے زیادہ اختیار دیا جائے، تاکہ وہ فلسطینیوں کے خلاف سرعام اپنی وحشیانہ کاروائی انجام دے سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نیتن یاہو کی اس حکومت میں جن لوگوں کو وزارت دی گئی ہے وہ سب کے سب سخت گیر اور شدت پسند ہیں، وہ چاہتے ہیں مغربی کنارہ میں فلسطینیوں کی زمین پر طاقت کے زور پر زیادہ سے زیادہ غیر قانونی تعمیرات کی جائیں اور زیادہ سے زیادہ یہودیوں کو آباد کیا جائے، یہ لوگ دوقومی نظریے کے بھی مخالف ہیں، ان کو یہ پسند نہیں ہے کہ فلسطینیوں کے لیے ایک خودمختار اور اقتدار اعلی والی ریاست قائم ہوسکے، یہ گھڑی مشکل کی ہے، فلسطینیوں کے امتحان کا وقت ہے، فلسطینیوں نے فلسطین، قدس اور مسجد اقصی کے لیے ماضی میں بھی بے دریغ قربانیاں دی ہیں، یہ وقت ان سے مزید قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے، خدا کرے کہ ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے! آمین

☆☆☆☆☆

قانون

مدارس اسلامیہ عربیہ کو سرکاری قوانین کی روشنی میں ہر اعتبار سے محفوظ و منظّم کرنا

پہلی قسط

مولانا ایاز احمد

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور مبنی بر حقیقت ہے کہ اسلام ایک مکمل دین اور منظّم دستور حیات ہے، تنظیم وتہذیب ہر شعبۂ زندگی کو محیط ہے ورنہ تکمیل کا کوئی مطلب نہیں، خواہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، ہر ایک میں حقانیت وشفافیت مطلوبِ دین ہے، یہی وجہ ہیکہ شریعتِ اسلامیہ نے تمام مخلوقات کے حقوق سے بحث کی ہے، ساتھ ہی ساتھ ادائیگی حقوق اور معاملات زندگی کو استوار رکھنے کے لئے دلائل وشواہد اختیار کرنیکی بھی وکالت کی ہے، لہذا امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ معاملات کو صاف وشفاف رکھیں۔

حساب و کتاب کے متعلق:

بہت سے مدارس بغیر حساب کے ناقص اور مجہول ہونیکی وجہ سے قانون کی گرفت میں آتے ہیں، اس لئے حساب وکتاب کے صفائی وستھرائی لازمی وضروری ہے، آئین ہند کی دفعہ نمبر ۳۰/ جسے آرٹیکل تھرٹی کہتے ہیں، تمام باشندگان ہند کو اپنے مذہبی ادارے کھولنے اور چلانے کا حق فراہم کرتا ہے، لیکن جب آپ ادارہ قائم کرتے ہیں تو اس پر ادارہ کے قوانین بھی نافذ ہوتے ہیں، ان قوانین پر کاربند رہتے ہوئے مذہبی ادارہ چلانے کی آزادی ہوتی ہے، اس لئے حکومت، آ:ن ہند کے تحت ادارہ کے نظم وضبط اور حساب وکتاب کی انکوائری کا حق رکھتی ہے، جس کے لئے تمام آمد وخرچ کا اندراج اس طرح سے کیا جائے کہ وہ آسان بھی ہو اور حکومت کی نظر میں قابل اعتماد بھی۔

تو اس سلسلہ میں عرض ہیکہ حساب صرف آمد وخرچ کا رکھا جاتا ہے، لیکن یہ آمد وخرچ کے الفاظ جتنے مختصر ہیں اسکے معانی اتنے ہی طویل ہیں۔

آیئے پہلے آمد کا اندراج سمجھتے ہیں، آمد کے اندراج کیلئے کم ازکم ۲/رجسٹر کی ضرورت پڑیگی ایک تفصیلی رجسٹر میں آمد کی پوری تفصیل لکھیں گے جو کچھ رسید پر درج ہے بالترتیب تاریخ وار درج کرلیں گے، رجسٹر ایسا ہونا چاہئے جسکے کاغذ عمدہ ہوں۔

آمدات کا اندراج کرنے کے بعد مدات کے اعتبار سے ہر ماہ کی کل آمدات ماہ کے آخری صفحہ پر گوشوارہ کے طور پر درج کریں گے، اس آخری صفحہ کو ماہانہ گوشوارہ کہا جائے گا۔

اندراج کے وقت دھیان رکھنا چاہئے کہ جو چیک یا ٹرانسفر جس تاریخ کو بینک میں جمع ہوا ہے اسی تاریخ میں درج ہو، آگے پیچھے ہونے سے آڈٹ یا اسکوٹنی کے وقت پریشانی ہوسکتی ہے، نیز رسید اگر نقد روپیوں کی بنا رہے ہوں تو دو ہزار سے زائد کی نہ بنائیں، اسی طرح اگر کوئی آمد اشیاء کی شکل میں ہوئی ہے تو وتفصیلی رجسٹر میں اسے اشیاء ہی کی شکل میں لکھا جائے ،فروخت کرنے کے بعد رقم میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔

اب آئے مصارف کے سلسلہ میں جانتے ہیں، مصارف کے لئے تین رجسٹروں کی ضرورت پڑیگی (۱) آمدنی رجسٹر (۲) اخراجات رجسٹر (۳) تنخواہ رجسٹر، نیز بینک سے ادائیگی کی شکل میں الگ رجسٹر بنائیں، جس کے اندر چیک کے مدات کی تفصیلات موجود ہوں۔

مصارف کے تفصیلی رجسٹر میں یومیہ اخراجات بالتفصیل درج کریں گے اور صرفہ کا ثبوت واؤچر نمبر (خریدے ہوئے سامان کا بل) کی شکل میں درج کریں گے اگر کسی صرفہ کا واؤچر نہیں ہے تو بنائیں گے واؤچر پر مہتمم یا ناظم کا دستخط ہوگا، اگر کوئی صرفہ گذشتہ تاریخوں میں ہوا ہے تو اس واؤچر پر الگ سے اندراج کے دن کی تاریخ اور "مد" بھی لکھیں گے، مصارف کے اندراج کا رجسٹر بھی لیزر کاغذ یا اس کے مساوی کاغذ والا ہو تو بہتر ہوگا، اندراج کرتے وقت اور واؤچر بناتے وقت خیال رکھا جائے کہ نقد کی صورت میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپیوں سے زائد کی ادائیگی ایک ہی تاریخ میں کئی نہ دکھائی جائے، اگر ادائیگی چیک یا ٹرانسفر کے ذریعہ ہو تو پھر ادائیگی رقم کے لئے کوئی قید نہیں جتنی رقم ادا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، مصارف کے مکمل تفصیلات رجسٹر میں موجود ہو۔

مصارف، اخراجات رجسٹر میں مدوار، تاریخ وار، ماہانہ کے اعتبار سے اندراج کریں، اور آخر سال میں سالانہ ایک صفحہ پر مدوار، ماہ وار، سالانہ حساب درج کردیں گے، آمدنی رجسٹر واخراجات رجسٹر آڈٹ کے وقت بہت کام آئیں گے، تیسرا رجسٹر تنخواہ ہے، یہ عام طور پر دستیاب ہے مگر اس رجسٹر پر تمام اساتذہ وملازمین کے دستخط لازم ہیں اور تنخواہ کو بینک کے ذریعہ ادا کریں، نقد دینے سے پرہیز کریں۔

آڈٹ کے لغوی معنی سننے کے ہیں، پہلے زمانے میں حساب چھوٹا ہوتا تھا تاجر بولتا جاتا آڈیٹر سن کر لکھتا جاتا اور مکمل حساب اندراج کر کے نفع ونقصان بتا دیتا، جب تجارت نے رفتار پکڑی اور جمہوری نظام میں ٹیکس کا رواج بڑھا تو حکومت کی جانب سے ہر ایک کو حساب کتاب کا مکلّف بنایا گیا اور اس حساب وکتاب کی جانچ پڑتال کیلئے ابتداً افراد متعین کئے گئے اور آگے چل کر جانچ پرکھ کرنے والے افراد تیار کرنے کیلئے چارٹڈ اکاؤنٹ کے شعبے قائم کئے گئے، اب حکومت اسی حساب کو منظوری دیتی ہے یا قبول کرتی ہے، جو سند یافتہ سی اے CA (چارٹڈ اکاؤنٹینٹ) کے ذریعہ تیار کیا گیا ہو، اس لئے آڈٹ کے لئے CA کی ضرورت لازمی ہوگئی۔

آڈٹ کے لئے ضروری دستاویز

آڈٹ کرانے کے لئے ضروری ہے کہ ادارہ جس نام سے رجسٹرڈ ہے اس کا پین کارڈ، بینک اکاؤنٹ، پاس بک، ٹرسٹ یا سوسائٹی کی ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹریشن فارم، ٹرسٹیوں کے آدھار کارڈ، پین کارڈ، ایک ایک فوٹو، غیر منقولی ومنقولی تمام جائداد کی تفصیل حتی کہ فرنیچر، گاڑی، پنکھے اور بلڈنگ وغیرہ کی موجودہ قیمت یا ویلیو، آمد وصرف کی تفصیلی رپورٹ، یہ تمام چیزیں پہلی بار اڈٹ کرانے کے لئے درکار ہیں، اس کے بعد صرف آمد وصرف کا حساب آڈیٹر کو دکھانا ہوتا ہے، آڈیٹر پہلی بار تمام تفصیلات جان کر بیلنس شیٹ تیار کرتا ہے، جس میں جملہ املاک آمد وصرف درج کرتا ہے، پھر اس پر اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے رپورٹ سناتا ہے کہ میری جانکاری کے مطابق جو مجھے بتائی گئی یہ رپورٹ میں نے تیار کی ہے، اسی رپورٹ کو آڈٹ رپورٹ کہتے ہیں، آڈیٹر جو بیلنس شیٹ پہلی بار بناتا ہے اسی کو بنیاد بنا کر آئندہ جب

کوئی نئی تعمیر یا خرید آرضی ہوتی ہے اسی میں غیر منقولی جائداد کے طور پر شامل کرتا ہے، آڈیٹر دو کاغذ ہر سال الگ الگ ضرور بناتا ہے، (۱) مصارف (۲) وصولی واخراجات، پہلے پر چہ میں مصارف اور آمد دونوں مجموعی اعتبار سے برابر ہوتے ہیں جبکہ دوسرے پر چہ میں وصولی واخراجات ہوسکتے ہیں اکثر وبیشتر اخراجات وصولی سے بڑھ جاتے ہیں جسے قرض دکھا کر برابر کیا جاتا ہے۔

مدارس اسلامیہ اور قانونی پہلو

معزم علماء کرام و ِمہ داران مدارس! دور حاضر میں مدارس کا ایک وسیع سلسلہ دراز تر ہوتا چلا جارہا ہے، جدھر دیکھئے مدارس کا سیل رواں نظر آتا ہے جو اگر شرعی مقاصد کی تکمیل اور احیاء دین کے مقصد سے ہوتو ایک خوش آئند بات ہے۔

لیکن دوسری طرف ملک کے حالات بہت تیزی سے بدل رہے ہیں، مسلمانوں اور خصوصاً مدارس کے تئیں حکومت کا نظریہ افسوسناک حد تک بڑھ کر اہل مدارس کی تشویش اور بے چینی کو دوچند کررہا ہے، آئے دن مدارس پر منفی تبصرے اور طرح طرح کی الجھنیں پیدا کر کے قانونی شکنجے میں جکڑنے کی کوششیں کی جاری ہیں، ایسی صورت حال میں کیا ہمیں سر جوڑ کر اپنی حفاظت کے سامان نہیں کرنے چاہئے؟ ملک کی بعض ریاستوں میں دینی مدارس اسلامیہ کے سروے کا کام شروع ہوگیا ہے، اور یہ ہر جگہ موضوع بحث ہے۔

سروے کے متعلق سوالات سامنے ہیں، مدارس ملحقہ اور مدارس نظامیہ دونوں کے ذمہ داراوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اداروں کو سوالات سے ملا کر دیکھ لیں کسی طرح کی کمی نظر آئے تو اس کو ابھی سے مکمل کرنے کی کوشش کریں، تاکہ وقت پر دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

مگر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم دستور ہند میں دئے گئے اختیارات کی روشنی میں قوانین کو کس حد تک پورا کررہے ہیں، تو آیئے ذرا ایک نظر آئین ہند کی دفعات پر ڈالتے ہیں، آئین ہند کی دفعہ ۲۹ میں درج ہے۔

''بھارت کے علاقہ میں یا اس کے کسی حصہ میں رہنے والے شہریوں کے کسی طبقہ کو جس کی اپنی الگ جداگانہ زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو اسکو محفوظ رکھنے کا حق ہوگا، اس سے آگے دفعہ ۳۰ ر میں درج ہے، تمام اقلیتوں کو خواہ وہ مذہب کی بنیاد پر ہوں یا زبان کی اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور انکا انتظام کرنے کا حق ہوگا، دفعہ ۲۶ ر میں اس پر ایک قید کا اضافہ ہے وہ یہ کہ ''اس شرط کے ساتھ کہ امن عامہ'' اخلاق عامہ اور صحت عامہ متاثرہ نہ ہوں، ہر ایک مذہبی فرقے یا اس کے کسی طبقے کو حق ہوگا، (الف) مذہبی اور خیراتی اغراض کیلئے ادارے قائم کرنے اور چلانے کا (ب) اپنے مذہبی امور کا انتظام خود کرنے کا الخ۔ اس کے علاوہ دفعہ ۱۹ ر اور ۲۵ ر میں بھی تمام طبقوں کے لئے مذہبی آزادی کو بیان کیا گیا ہے۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہیکہ آئن ہند میں ہمیں جو آزادی اور اختیارات دئے گئے ہیں کیا انکی بنیاد پر ہم ہر طریقے سے آزاد ہیں؟ کیا اب ہم قانون کی دسترس سے باہر ہیں؟ کیا اب ہم سے کسی بھی طرح کی کوئی باز پرس نہیں کی جاسکتی، اگر ہم تھوڑی سی بھی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں تو ہم سب کی طرف سے ایک مجمل سا جواب یہی ہوتا ہے کہ نہیں ہم آزاد نہیں ہیں، بلکہ ملک کے آئین کے پابند ہیں اور اور مدارس کے تعلق سے ہمارے لئے قانونی پہلوؤں کو پورا کرنا ضروری ہے۔

لیکن مدارس کے تعلق سے وہ قانونی پہلو ہیں کیا؟ آج ہم سب کو انہی پہلوؤں پر غور کرنے کی ضرورت ہے، مدارس اسلامیہ کے تعلق سے قانونی معلومات کو ہم نے تین حصوں پر تقسیم کیا ہے، (۱) مدارس کی زمین سے متعلق مسائل وقانونی پہلو (۲) مدارس کے رجسٹریشن سے متعلق مسائل (۳) آمدوخرچ اور آڈٹ سے متعلق مسائل تفصیل سے پیش کئے جائیں گے۔

عنوان (۱) ''زمین سے متعلق قانونی پہلوؤں پر'' معلومات پیش کی جارہی ہیں، اصل عنوان پر آنے سے پہلے جاننا ضروری ہیکہ زمین سے متعلق آگے ذکر کئے جانے والے مسائل اسی زمین پر جاری ہوں گے جسکی رجسٹری آپ کے یا ادارے کے نام پر ہو۔

رجسٹری کی تعریف:

جائداد خریدتے وقت دستاویزات کے ذریعے قدیم مالک کا نام ہٹوا کر اپنے نام کروانے کی کارروائی کو رجسٹری کہتے ہیں، زمین پر کوئی بھی تعمیری یا تصرف کرنے کیلئے پہلے رجسٹری کا ہونا ضروری ہے، اور رجسٹرار اس کاروائی کو انجام دیتا ہے، طریقہ کار وہی ہے، جو عام زمینوں کی رجسٹری کا ہوتا ہے۔

سوال: کیا کسی بھی ادارہ کی زمین کی رجسٹری شخصی نام پر درست ہے؟

جواب: بالکل نہیں! ادارہ کی زمین کا شخصی نام پر رجسٹری ہونا نہ تو شرعاً درست ہے نہ قانوناً، شرعاً تو اسلئے نہیں کہ مدارس ومساجد شرعاً یا تو وقف کے دائرے میں داخل ہوں گے یا نہیں، انہی دو پہلوؤں پر تبصرہ کرتے ہوئے (مدارس اسلامیہ اور جدید کاری کے تصورات) نامی کتاب میں اس طرح تبصرہ کیا گیا ہے، کہ حضرات فقہاء کرام مدارس ومساجد کی ہر جائداد کو وقف نہیں کہتے، وقف کی اصطلاحی طور پر وقف نہیں کہا جائے گا، ایسی جائداد کو مدارس ومساجد کی ملکیت یا عوامی ملکیت قرار دیا جائے گا، ان پر کسی انسان کا مالکانہ تصرف قائم کرنا جائز نہیں ہے (مدارس اسلامیہ اور جدید کاری کے تصورات ص۱۵۱) معلوم ہوا کہ یہ ادارے قوم کی امانت وملکیت ہیں ذاتی جائداد نہیں اور عقل بھی تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ قوم کے پیسے سے بنے ہوئے ادارے آپ کی ملکیت کیسے ہو سکتے ہیں؟

قانوناً آپ کو اختیار ہے کہ آپ کوئی ٹرسٹ یا سوسائٹی اپنے نام سے بنا کر ادارہ کو اسکے ماتحت بنادیں لیکن فرد واحد کے نام پر ادارہ کا قیام قانونا درست نہیں ہے، اسی لئے قانونا کوئی بھی ادارہ ذاتی نام پر رجسٹرڈ نہیں کیا جاسکتا، ورنہ وہ ادارہ نہیں آپ کی ذاتی ملکیت ہوگا اور ذاتی ملکیت کے لئے چندہ کرنا قانونا جرم ہے، پس چندہ کرنے کی صورت میں آپ قانونا مجرم بھی قرار پائیں گے۔

واضح رہے کے ہندوستان میں مدارس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، اگر ادارہ کی زمین مملوکہ ہے تو ادارہ کے معتبر ہونے کیلئے اس کا ٹرسٹ وغیرہ کے تحت رجسٹریشن ہونا ضروری ہے۔

(۱) اگر آپ کا ادارہ وقف ہے تو قانون اوقاف کے رکارڈ میں اسکا موجود ہونا ضروری ہے، اس پر اوقاف کے قانون کے مطابق ہی عمل کرنا ضروری ہوگا۔

(۲) اور اگر ادارہ کی زمین کرایہ پر ہو تو ادارہ کا کرایہ کے طور پر ہی رجسٹریشن ہو، اور اس میں ماہانہ/ سالانہ جو بھی کرایہ طے ہو اس کی رسید کا موجود رکھنا ضروری ہے تاکہ ضرورت پڑنے

پر ثبوت میں پیش کی جا سکے۔

ٹرسٹ اور سوسائٹی رجسٹریشن:

ہندوستانی نظام تعلیم کے مطابق اگر کوئی شخص یا فرد تعلیمی ادارہ اور اسکول قائم کرنا چاہتا ہے تو بنیادی تو پر اس کو تین کام کرنے ہوتے ہیں۔

(۱) ٹرسٹ اور سوسائٹی رجسٹریشن کا قیام (۲) اپنے متعلقہ ضلع میں موجود محکمہ تعلیم کے دفتر سے ای سی (Essential Certificate)(No Objection Certificate) کی حصولیابی (۳) ادارہ کے لئے تعمیری بجٹ اور اس کی بقا کے اسباب ووسائل کا انتظام۔

تعلیم کے دستور اساسی کے مطابق اگر کوئی شخص تعلیمی ادارہ یا اسکول قائم کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اول اور بنیادی شرط یہ ہیکہ ایک ٹرسٹ یا سوسائٹی قائم کرے، ٹرسٹ یا سوسائٹی کے بغیر اگر کوئی شخص ہندوستان میں تعلیمی ادارہ قائم کرتا ہے تو اس سے حکومت کی طرف سے قانونی مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے۔

ٹرسٹ اور سوسائٹی کی تعریف:

ٹرسٹ اور سوسائٹی میں، اپنے اغراض ومقاصد کی رو سے، بڑی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے، چنانچہ یہ دونوں عام شہریوں کی طرف سے قائم کی جانے والی غیر سرکاری تنظیمیں ہیں، جو ذاتی منافع کے بجائے افادہ عام کے مقصد سے قائم کی جاتی ہے، سرکاری رجسٹریشن کے بعد ان تنظیموں کو حکومتوں، کاروباریوں اور افراد کی طرف سے مالی تعاون فراہم کیا جاتا ہے، جس کے ذریعہ عوام الناس میں تعلیمی ودیگر بنیادی سہولیات کی فراہمی کا کام ہوتا ہے، تاہم اپنی ساخت اور ہیئت کے اعتبار سے دونوں میں قدرے اختلاف ہے۔

ٹرسٹ: ایک شخص یا فریق کے ذریعہ تشکیل دیا جانے والا قانونی ادارہ ہے، جس میں فریق اول اپنے اثاثے اور پروپرٹی افادہ عام کے لئے فریق ثانی کے حوالے کرتا ہے۔ (فریق اول کو بانی، فریق ثانی کو ٹرسٹی اور خزانچی کہا جاتا ہے)

ٹرسٹ، انڈین ٹرسٹ ایکٹ 1882 کے زمرے میں آتا ہے، جو ہندوستان میں تمام رجسٹرڈ شدہ ٹرسٹوں کو کنٹرول کرنے اور ان کے اثاثوں کو ٹرسٹ ڈیڈ کے مطابق استعمال کرنے کا قانونی جواز فراہم کرتا ہے۔

سوسائٹی، ایک مشترکہ سماجی مقصد کے لئے کام کرنے والے مختلف لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں، میمورنڈم آف ایسوسی ایشن 1860 کے اصول وقواعد کے ذریعہ تشکیل دی جاتی ہے، اس کے مقصد بھی ذاتی منافع حاصل کرنے کے بجائے ضرورت مندوں کے لئے بنیادی سہولیات کی فراہمی اور ان کے مابین تعلیم وتعلیم کا فروغ ہوتا ہے۔

ٹرسٹ کی کئی قسمیں ھیں:

(۱) پرائیویٹ ٹرسٹ: یہ اپنے گھر کے افراد پر مشتمل ایک بند گروپ ہوتا ہے جو ذاتی فائدے کے لئے بنایا جاتا ہے، اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اثاثے اور رقم بغیر کسی وصیت کے اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں،۔

(۲) پبلک ٹرسٹ: ایک ایسا ٹرسٹ ہے جو کسی فرد یا جماعت کے ذاتی فائدے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے بڑے پیمانے پر عوام الناس ہوتے ہیں۔

پبلک ٹرسٹ دو طرح کا ہوتا ہے:

خیراتی ٹرسٹ اور مذہبی ٹرسٹ، مذہبی ٹرسٹ (Religious Trust) صرف مذہبی مقاصد کے لئے بنایا جاتا ہے، خیراتی ٹرسٹ (Charitable Trust) غریبوں کی امداد، تعلیم، طبی سہولت جیسے، رفاہ عام کے بہت سے امور انجام دیتا ہے اور یہ کسی بھی ذات، عقیدے یا مذہب سے قطع نظر تمام لوگوں کا یکساں تعاون کرتا ہے۔

ٹرسٹ رجسٹریشن کا طریقہ کار:

چیریٹیبل ٹرسٹ کا رجسٹریشن پبلک ٹرسٹ ایکٹ (۱۹۵۰) کے تحت اپنی تحصیل کے رجسٹرار آفس سے کرایا جا سکتا ہے، جس کے لئے بنیادی دستاویز ٹرسٹ ڈیڈ ہوتی ہے، ٹرسٹ ڈیڈ، ٹرسٹ کی ضروری معلومات پر مشتمل ایک فائل ہے جو تیار کر کے سب رجسٹرار کے پاس جمع کرانی پڑتی ہے۔

ٹرسٹ ڈیڈ کی ضروری معلومات:

ٹرسٹ کا علان: کوئی بھی شخص جو رفاہی خدمت کا ارادہ رکھتا ہو، اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے، اپنی کچھ پراپرٹی اور اثاثے کے ساتھ ٹرسٹ بنانے کا علان کرے، ٹرسٹ کی زبان میں اس کو بانی اور سیٹلر کہا جاتا ہے۔

ٹرسٹ کا مجوزہ نام:

نام کے آخر میں ٹرسٹ، فاؤنڈیشن وغیرہ کا لفظ ہونا چاہئے، مثلاً آپ کا نام ہوسکتا ہے، حسان ایجوکیشنل ٹرسٹ/ عمران فاؤنڈیشن''

ٹرسٹ آفس کا پتہ:

ٹرسٹ کا پتہ انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت رجسٹریشن اور درخواستوں کے لیے اس کے دائرہ اختیار کا فیصلہ کریگا۔

ٹرسٹی: ٹرسٹ کا بانی ایسے افراد کا انتخاب کرے جو ٹرسٹ میں مذکورہ تمام شرائط کو قبول کرتے ہوئے بطور ٹرسٹی کام کریں۔

بورڈ آف ٹرسٹیز: ممبر آن ٹرسٹ کو ہی بورڈ آف ٹرسٹیز کہا جاتا ہے، ان میں ایک صدر، نائب صدر، سکریٹری اور خزانچی نام زد کیا جائیگا۔

تعداد ممبران: رجسٹریشن کے لئے بانی کے علاوہ الگ سے دو ممبران کا ہونا ضروری ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

اصول وضوابط: ٹرسٹ کی بقاء اور بجٹ کے انتظام سے متعلق پیشگی شرائط وضوابط طے کئے جائیں۔

ٹرسٹ ڈیڈ کی مذکورہ تفصیلات ایک نان جوڈیشل اسٹامپ پیپر میں لکھی جائیں گی، اس کی نوٹری ہوگی اور بانی ٹرسٹی ممبران ٹرسٹ کے اس پر دستخط ہونگے، اس کے بعد ٹرسٹ ڈیڈ اور ضروری کاغذات کے ساتھ، رجسٹریشن کے لئے رجسٹرار آفس میں ایک درخواست دی جائے گی۔

ٹرسٹ رجسٹریشن کے لئے ضروری کاغذات حسب ذیل ہیں (۱) بانی ٹرسٹ کے آدھار کارڈ اور پین کارڈ کی کاپی (۲) ممبران کے آدھار کارڈ اور پین کی کاپی (۳) ٹرسٹ آفس کا بجلی بل (۴) ٹرسٹ آفس کا کرایہ نامہ اگر ہوتو (۵) بانی کی تصویر (۶) ممبران کی تصاویر۔

درخواست پر کارروائی کر کے رجسٹرار افسر کاغذات کی تصدیق کرتا ہے، صحیح پائے جانے کی صورت میں ایک ہفتہ کے درمیان رجسٹریشن کاپی آپ کے حوالے کر دیتے ہیں، اس کے بعد پین کارڈ ٹرسٹ کے لئے بہت اہم ہوتا ہے، اسی کے بنیاد پر ٹرسٹ کا کھاتہ کسی بینک میں کھولا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

یادرفتگاں

مولانا محمد عظیم خان، عظمت کا نشان

مفتی رحمت اللہ ندوی، استاد، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

یوں تو مرنا ایک دن سب کو ہے لیکن اچھے، سچے، مخلص، باوفا، نیک، دین دار، عالم باعمل، پاکباز، حضرات کا بچھڑنا بہت کھلتا، اور اذیت دیتا ہے، بلکہ ان کا فراق دیر تک ستاتا ہے اور ان کی یاد رہ رہ کر بہت دنوں اور سالوں تک آتی ہے، ع

آئی جو انکی یاد تو آتی چلی گئی

کیوں کہ اہل علم کا اٹھ جانا جہاں اچھی صحبت سے محرومی ہے، وہیں قیامت کی نشانی بھی ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم اٹھ جائے گا، جہل رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ ہم کو یکبارگی نہیں اٹھائے گا، بلکہ علماء واٹھا لے گا، پھر جاہلوں کا راج اور انہیں کا سماج ہوگا، استاد محترم مولانا محمد عظیم خان ندوی بہرائچی ایسے ہی بندگان خدا میں سے ایک تھے، جو بے نفس اور بے ضرر ہوتے ہیں۔

آہ! ایک طویل علالت اور مختلف عوارض میں مبتلا رہنے کے بعد 19 / جمادی الثانیہ 1444 / 12 / جنوری کی شب، جمعہ کی رات تین بجے ہم سب کو داغ مفارقت دے کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کئی سالوں سے شوگر اور بلڈ پریشر جیسی بیماری کا شکار، بلکہ بری طرح متاثر تھے، ان کے دونوں گردے انتہائی متاثر ہوگئے تھے، جس سے پاؤں میں ورم آ گیا تھا، اور چلنا پھرنا مشکل ہوگیا تھا، اسی لئے ڈیڑھ سال قبل وہ ندوہ سے رخصت ہوکر آرام کے لئے اپنے وطن چلے گئے تھے، رخصت ہوتے وقت ملاقات پر آبدیدہ تھے، اس سے ندوہ سے ان کے قلبی لگاؤ کا علم ہوتا ہے، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ درس وتدریس میں نصف صدی کا عرصہ یہیں بیتا، ہر ایک سے مل کر معافی بھی مانگی، ایک بار ملنے پھر آئے، کیا خبر تھی کہ یہ آخری حاضری اور ملاقات ہے۔

گھر چلے جانے کے باوجود بھی نصف تنخواہ جاری رہی۔ وفات سے قبل ایک ڈیڑھ ماہ سے لکھنؤ کے بلرام پور ہاسپٹل میں زیر علاج تھے، اور حالت نازک سے نازک ہوتی چلی گئی، "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" بالآخر وقت موعود آن پہنچا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ۔ مولانا مرحوم سے میری شناسائی اس وقت ہوئی، جب میں عالیہ ثالثہ شریعہ میں زیر تعلیم تھا، اور مولانا کا ہمارے سیکشن (ج) میں تفسیر قرآن کا گھنٹہ لگا، اور پھر سالانہ سے کچھ ماہ قبل جامعہ اسلامیہ بھٹکل چلے گئے، وہاں کسی استاد کی ضرورت تھی، اور عارضی طور پر یہاں سے خان صاحب کو بھیجا گیا تھا، یہ 1996 کی بات ہے۔

پھر اگلے سال شوال المکرم میں ندوہ واپس آ گئے، اور عالیہ رابعہ شریعہ (الف) میں ہفتہ میں ایک گھنٹہ الاحوال الشخصیہ (پرسنل لا) کا پڑھاتے اور نوٹ لکھاتے تھے

مرحوم استاد بڑے سادہ اور نیک دل، نرم طبیعت تھے، لیکن

یہ سادگی ان کی معاشی تنگی یا اقتصادی حالت کی کمزوری کی بنا پر نہ تھی، وہ گھر کے خوش حال اور متمول تھے۔

آپ کے اسلوب درس اور طرز تکلم میں متانت، سنجیدگی، اور شائستگی تھی، شور، ہنگامہ، اور شعلہ بیانی نہیں تھی، بات نپی تلی کرتے تھے، آج کل تدریس کا انداز بدل گیا ہے، تدریس تقریر بن گئی ہے، طلبہ کا مزاج اور مذاق بھی تبدیل ہو گیا ہے، وہ چیخ پکار، اور لمبی شرح اور طویل گفتگو سننے کے عادی ہو گئے ہیں، خواہ یاد کچھ نہ رہے، اور ان تفصیلات کا درس سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو، بہر حال مولانا کی نرم گفتاری اور سنجیدہ درس میں جن طلبہ کو چٹخارہ نہ ملتا اور لطف نہ آتا وہ حاضری دے کر کھسک جاتے، مرحوم بھی نظر انداز کر دیتے، کبھی کبھار ٹوک دیتے۔

مولانا مرحوم ضرورت سے زیادہ نرم تھے ان کے بھولے پن یا سادگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جب وہ رواق حبیب کے نگراں ہوئے، تو عصر بعد دوسرے ہاسٹلوں کے طلبہ بھی گیٹ سے باہر جانے کی پرچی لے لیتے، مرحوم یہ سمجھتے کہ میرے ہی ہاسٹل کا ہے، کچھ دن کے بعد جب علم ہوا کہ دوسرے ہاسٹل کے طلبہ بھی آجاتے ہیں تو شناختی کارڈ طلب کرنے لگے، یہ واقعہ مرحوم نے مجھ سے خود بیان کیا، جسے سن کر مجھے ان کی معصومیت اور بھولے پن پر بے ساختہ ہنسی آگئی۔

مدرسہ فلاح المسلمین تینذوہ میں تدریس کے زمانہ میں ایک بار نیل کی بوتل کو تیل سمجھ کر سر اور داڑھی پر رات میں مل مل کر سو گئے، صبح فجر میں سب ان کو دیکھ دیکھ ہنسنے لگے تو مرحوم کو خبر ہوئی، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کے ساتھ بھی اسی شفقت و رحمت کا معاملہ فرمایا ہوگا۔

سادگی کے ساتھ مولانا کی طبیعت میں سخاوت و فیاضی بھی تھی، سب سے تعلق رکھتے تھے، مجھ سے بھی انس تھا، خالی گھنٹوں میں اگر راستہ میں ملاقات ہو جاتی تو کہتے آئیے! آپ کو چائے پلائیں، عصر بعد بھی اکثر و بیشتر یہ شرف حاصل ہوتا، اگر میں روپئے دینے کی کوشش کرتا تو منع کر دیتے، اور ملازم سے کہتے میرے کھاتے میں لکھ دینا، ایک بار کہنے لگے کہ کینٹین میں کھاتہ اس لئے کھلوالیا ہے کہ اس میں سہولت ہوتی ہے، مہینہ میں ایک بار حساب ہو جاتا ہے، ورنہ معلوم ہوا کہ کبھی پیسے کمرہ میں رہ گئے، کبھی ٹوٹے نہیں بڑا جھمیلا رہتا۔

مولانا مرحوم حافظ قرآن تھے، تلاوت پر مداومت تھی، چلتے پھرتے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے، اسی طرح ذاکر و شاغل تھے، اوراد وظائف اور معمولات کے پابند تھے، اصلاحی تعلق حضرت مولانا محمد منیر صاحب (کالینا مسجد ممبئی) سے تھا، جو حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جون پوری علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں، مولانا محمد عظیم خان مرحوم کو مولانا محمد منیر صاحب بستوی سے خلافت و اجازت بھی حاصل تھی، اس لئے ماہ رمضان المبارک پورا یا کچھ ایام ممبئی اپنے شیخ کے پاس گزارتے تھے۔

مولانا مرحوم ندوہ کے قدیم فضلاء اور دار العلوم کے سینئر اساتذہ کرام میں تھے۔

ندوہ سے عالمیت 1974 میں اور فضیلت عربی ادب سے 1976 میں کی، آپ کے رفقائے درس میں مولانا سعید مرتضی ندوی مرحوم (سابق استاد دار العلوم) مولانا محمد رضوان ندوی مرحوم (سابق استاد ندوہ و بانی ''جامعہ المؤمنات'' (دوبگا، لکھنو) ڈاکٹر محمد انس ندوی الہ آبادی (مقیم حال آسٹریلیا)، مولانا علاء الدین ندوی رانچوی (عمید کلیہ اللغہ ندوہ) مولانا عبد العظیم ندوی گورینی، جون پور، مولانا شمیم احمد ندوی، (ناظم مدرسہ سراج العلوم، جھنڈا نگر، نیپال) قابلِ ذکر ہیں۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں "مہادا" ضلع بہرائچ کے پرائمری اسکول میں حاصل کی، پھر اپنی تحصیل "رسیا" کے انٹر کالج میں آٹھویں تک تعلیم پائی، اس کے بعد دینی تعلیم کا رجحان پیدا ہوا، چنانچہ ان کے والد جناب محمد سلیم خان صاحب نے ان کو شہر بہرائچ کے مشہور ادارہ جامعہ مسعودیہ نورالعلوم میں داخل کردیا، جہاں انہوں نے تین سال کی مدت میں اپنے استاد قاری عبداللطیف صاحب کے پاس قرآن کریم حفظ کیا، اور اسی ادارہ میں تین سال مزید عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا رخ کیا، جہاں سے عالمیت اور فضیلت سے فراغت کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا، جس کے بعد غالباً ندوہ ہی سے تدریسی طور پر منسلک ہوگئے، چونکہ اپنے بڑوں کا لحاظ اور احترام حد سے زیادہ تھا، اس لئے ان کے ایماء پر مختلف مدارس میں تدریسی فرائض انجام دینے اور فیض بخشنے کا موقع ملا، جن میں مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ، رائے بریلی، جامعہ اسلامیہ بھٹکل، جامعہ الھدایہ، جے پور، مدرسہ سیدنا ابوبکر صدیق، مہپت مئو، شامل ہیں۔

مدرسہ فلاح المسلمین میں کئی سال رہے، اور 1990 میں ندوہ آگئے، جے پور میں تین چار سال رہے، غالباً یہ 1990 کے بعد 93-94/ کا زمانہ ہے، مہپت مئو میں ڈیڑھ پونے دو سال بحیثیت مہتمم رہے۔

آپ اپنی شرافت، بلند اخلاق، ملنساری اور تواضع وانکساری کی وجہ سے جہاں بھی رہے، طلبہ واساتذہ میں یکساں مقبول اور محبوب رہے، نہ ان کو کسی سے کوئی شکایت رہی، نہ کسی کو ان سے رہی، بالکل مست اور بے فکر رہے، یہ بہت کمال اور خوبی کی بات ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں کل مدت تدریس تقریباً 31/سال رہی، اس مدت میں ان سے متعلق تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، اور عقیدہ وغیرہ مضامین کے گھنٹے رہے۔

اردو ادب میں بھی مہارت رکھتے تھے، ایک بار کسی کلاس سے پڑھا کر آئے اور مجھ سے ملاقات ہوگئی، تو فرمانے لگے کہ آج فلاں درجہ میں اردو زبان وادب سے متعلق گفتگو چھڑ گئی، میری گفتگو سن کر طلبہ تعجب میں پڑ گئے اور مجھے پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔

مرحوم کا مطالعہ بھی وسیع تھا، اور نگاہ بھی دور رس، اور استعداد پختہ تھی، ایک بار مجھ سے کہنے لگے کہ ندوہ کا ایک امتیاز زبان کی شرافت ہے، یہ امتیاز دوسرے اداروں کو حاصل نہیں۔

پھر ایک نامور اور سابق استاد، اور اچھے ادیب وقلم کار، جو ندوہ سے جانے کے بعد ایک عظیم ادارے سے وابستہ رہے، ان کے دو واقعات سنائے کہ ایک بار وہ میرے کمرے پر آئے، اذان ہوگئی، مٹی کے بدھنے میں وضو کے لیے پانی پیش کیا گیا، اتفاق سے اس کی ٹونٹی ٹوٹی یا چھوٹی تھی، اس پر انھوں نے فرمایا: آپ کا لوٹا تو خنثیٰ مشکل معلوم ہوتا ہے۔

انہیں کا دوسرا واقعہ سنایا کہ ندوہ کے دو سینئر اساتذہ کہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک یہ وہاں پہنچ گئے، اور کہنے لگے کہ کیا میں "بین الدمین طہر متخلل" بن سکتا ہوں۔؟

مولانا مرحوم مضامین لکھنے کے عادی نہ تھے لیکن قلم شگفتہ تھا، کچھ سالوں تک شباب بلڈنگ میں قیام کیا، یاد پڑتا ہے کہ ماہنامہ "بانگ درا" میں (بعد میں قانونی مجبوری کی وجہ سے اس کا نام بانگ حراء ہوگیا، جب کہ آغاز "خبرنامہ" سے ہوا تھا۔) کبھی کبھی لکھتے تھے۔

ماہنامہ "رضوان" کا جو خصوصی شمارہ مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمہ اللہ علیہ پر شائع ہوا ہے، اس میں ایک مضمون مولانا مرحوم کا

بھی ہے، بڑی عقیدت ومحبت سے لکھا ہے، جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مولانا ثانی حسنی مدرسہ فلاح المسلمین کے ناظم تھے، اور خاں صاحب وہاں استاد رہے، اور مولانا ثانی کے لا ثانی اخلاق، اور اساتذہ سے تعلق اور لگاؤ کی وجہ سے ان کی ثنا خوانی ہر وہ شخص کرتا ہے، جس نے ان کو دیکھا، اور ان سے ملا ہے۔

مولانا مرحوم کی موت بھی شب جمعہ کی مبارک ساعت میں ہوئی، اور جمعہ کے بعد اپنے آبائی وطن "مہادا" کے قبرستان میں تدفین ہوئی، یہ گاؤں بہرائچ سے نیپال جانے والے راستہ پر شہر سے تقریباً 20/ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

مرحوم نے زندگی کی 67/ بہاریں دیکھیں، آپ کی پیدائش یکم جولائی 1955 کی ہے۔

آپ کے تنہا ایک صاحب زادہ برادرم عبداللہ ہیں، جب کہ بچیاں غالباً چار ہیں۔ اللہ تعالیٰ استاد محترم کی بھر پور مغفرت فرمائے اور پس ماندگان اور متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

......بقیہ صفحہ ۲۵ کا

وسیرت کا مطالعہ کرنا پڑے گا اور ہر وقت موبائل میں خود کو گرفتار اور دست بکار رہنے کی عادت ترک کرنی پڑے گی ۔میں نے اس مضمون میں جو قرآنی حل پیش کیا ہے اس پر علماء کو اور دانشوروں کو اور ملت کا غم رکھنے والوں کو غور کرنا چاہئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ دعوت کے مواقع مسدود ہو چکے ہیں اصل کام نصرت الٰہی کو متوجہ کرنے کا ہے اور نصرت الٰہی دعوت کے کام سے متوجہ ہوتی ہے نصرت الٰہی کے مواقع تلاش کرنے کی ضرورت ہے قرآن سے بھی اس کی رہنمائی مل جاتی ہے قرآن میں ہے،" یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتتم فئة فاثبتوا و اذکرو الله کثیرا لعلکم تفلحون '' یعنی اے ایمان والو اگر تمہارا کسی جتھے اور گروہ کا سامنا ہو جائے تو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ مسلم دشمنی کا بھی اس وقت ایک جتھا موجود ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ سے تعلق کو مضبوط کرنا چاہئے، اس آیت میں بھی کامیابی کا راز بتایا گیا ہے، جب اللہ کی نصرت نازل ہوتی ہے تو قلیل تعداد والے کثیر جماعت پر غالب آجاتے ہیں بقول اقبال'' ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ'' اسلامی تاریخ کے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں۔

ہندوستان میں دعوت کے کام کے ذریعہ سے اللہ کی رحمت اور نصرت کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے ہر شہر اور ہر محلّہ میں برادران وطن سے پہلے تعلقات استوار کرنے ہوں گے، خیر سگالی کے بورڈ قائم کرنے ہوں گے، مسلمان سیرۃ النبی کے جلسے کثرت سے منعقد کرتے ہیں اور اگر وہ یہ اہتمام کرلیں کہ غیر مسلموں کو بڑی تعداد میں بلائیں اور مناسب اسپیکر کا انتظام کرلیں جو غیر مسلموں کے سامنے موثر طریقہ سے اسلام کی ترجمانی کر سکے تو اسلام کی دعوت غیر مسلموں تک پہونچ سکتی ہے خانقاہیں بھی بڑا کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار اور کئی ہزار طریقے دل بدست آوری کے ہیں، اسلام کے اسباب کشش کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے، بسیار شیوہائے بتاں را کہ نام نیست، نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دلنشیں اور گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے۔ آج بھی مختلف طریقوں سے دعوت کا کام انجام پا سکتا ہے، آہوان صحرا آج بھی منتظر ہیں کوئی آئے انہیں شکار کرے۔

ہمہ آہوان صحراء سر خود نہادہ برکف
بہ امید آن کہ روزے بشکار خواہی آمد

☆☆☆☆☆

تبصرہ

تاثرات

بر کتاب ''مولانا ظریف احمد قاسمی ندوی اور انکی دینی ودعوتی خدمات''

محمد مسعود عزیزی، ندوی

قلمکار مصنفین، ادباء مفکرین، زعماو محققین، اساتذہ مربیین، مصلحین ومقبولین بارگاہ الہٰی، اہل اللہ وبزرگان دین، ناشرین رشد وہدایت، سیاسی وسماجی شخصیات، ملی رہنما اور اکابر اولیا، محدثین، مفسرین، ائمہ مجتہدین اور فقہاء کے حالات وسوانح حیات، انکی دینی وعلمی خدمات، سیاسی وملی کارنامے، انکی خصوصیات وامتیازات، انکی زندگی کے اہم واقعات وملفوظات، انکے احوال وآثار کے جمع وترتیب اور نقل واشاعت کا پہلے سے ہی رواج اور اہتمام رہا ہے، بلکہ سیرت وسوانح اور اسماء الرجال نے مسلمانوں میں مستقل ایک فن کی حیثیت اختیار کرلی اور اس سلسلے میں ایک کتب خانہ وجود میں آ گیا، اہل قلم حضرات نے پہلی صدی ہجری سے لیکر چودھویں صدی ہجری تک کی تمام قابل قدر علمی، دینی، اصلاحی، ادبی، ملی، سیاسی، سماجی اور روحانی شخصیات پر خامہ فرسائی کی اور ضخیم مختصر اور مطول کتابیں تصنیف کیں، اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

پیش نظر کتاب ''متاع زندگی'' حضرت مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی ندوی مدظلہ العالی اور انکی دینی ودعوتی خدمات پر مشتمل ہے، جس میں حضرت مولانا کی زندگی کا سراپا، انکی تعلیم وتربیت، جن اداروں سے انہوں نے فیض اٹھایا، ان کا تذکرہ، ان کے اساتذہ کرام، متعلقین، محبین، شاگردان، خلفاء کرام، تدریسی، اصلاحی، دعوتی اور دینی خدمات، قطر کا قیام، دینی وعصری ادارے کی تاسیس اور اس کے ذریعہ تعلیمی اور رفاہی تعمیری خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، کتاب کی زبان سادہ اور سلیس ہے، انداز تحریر دل ودماغ کو اپیل کرنیوالا ہے، جومواد پیش کیا گیا ہے وہ تحقیق وجستجو کے بعد قلم زد کیا گیا ہے، جس میں چاشنی ومٹھاس ہے، لذت وحلاوت ہے، اور ''از دل خیزد بردل ریزد''، کا مصداق ہے، لکھنے والے صاحب قلم مفتی محمد عارف جیسلمیری ایک اچھے، پختہ قلمکار عالم دین ہیں، جن کے قلم سے اس سے قبل کئی اہم شخصیات پر اہم کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، پھر جس شخصیت کو مصنف نے اس کتاب کا ''ہیرو'' بنایا ہے، وہ بزرگوں کا منظور نظر، اللہ والوں کا لاڈلا، مختلف عالمی گھاٹوں سے علمی پیاس بجھانے والا، جسکی طبیعت میں کچھ کر گذرنے کا جذبہ، اللہ کی مخلوق کی اصلاح وتربیت کی تڑپ، قوم کے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کی فکر، بھٹکتی سسکتی انسانیت کی ڈانواڈول کشتی کو کنارے لگانے کی کڑھن اور فکر، اللہ کی مخلوق کو خالق ومالک سے قریب کرنے کا جذبہ اور کفر وشرک کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں دینی، علمی شمع جلانے کی جرات وہمت، اور اللہ کی باغی اور طاغی مخلوق کو اس کی مطیع وفرمانبردار بنانے کی تمنا اور حضرت رائپوری کے اجڑے ہوئے باغ یعنی ہریانہ و پنجاب کو دینی وعلمی اور روحانی اعتبار سے ہرا بھرا، سرسبز وشاداب اور گل گلزار کرنے کی خواہش ان کو ہر وقت بے قرار اور تڑپا کے رکھتی ہے، اس اللہ کے بندے کے سلسلہ میں مصنف علام نے جس طرح محبت وعقیدت کے موتی بکھیرے ہیں اور ان کی کارکردگی کے سلسلہ میں جس طرح انہوں نے اپنے اشہب قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں، اور صفحہ قرطاس پر جس طرح حضرت والا کی شخصیت کے نقوش مرتسم

کئے ہیں، ان تمام باتوں اور اس خوبصورت اور حقیقی خاکہ نگاری سے حضرت والا کی زندگی کی تابندہ خصوصیات و دینی خدمات اور ان کے دینی وعلمی روحانی جذبات کی عکاسی اظہر من الشمس اور روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر و باہر معلوم ہو رہی ہے۔

اور سچی بات یہ ہے کہ موصوف کو اللہ تعالی نے صاف ستھرا دل عطا کیا ہے، امت کے تئیں آپ کا درددل اور دینی تڑپ قابل دید ہے، اس لئے اس کتاب میں جو لکھا گیا ہے، وہ مصنف علام کے اپنے احساسات و جذبات و تاثرات ہیں اور حضرت والا کی شخصیت ان تاثرات واحساسات سے بہت بلند تر ہے، راقم نے انکو اپنی پہلی مزرعہ'' جامعہ بیت العلوم'' کی طالب علمی سے دیکھا ہے، اس وقت تو بچہ تھا، زیادہ شعور نہیں تھا، مگر حضرت مولانا جب آتے تو ان سے مصافحہ کرتا، سلام کرتا، ملاقات کرتا، کیونکہ وہ والد صاحب کے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے زمانے کے شاگرد تھے، اس مناسبت سے اکثر ملاقات کرتا، تو ان کو صاف وشفاف سفید کپڑوں میں ملبوس پاتا، اس وقت اتنا ہی ظاہر میں سمجھ میں آتا تھا کہ ظاہر میں صاف ستھرے ہیں، اسی زمانے میں غالبا ۱۹۸۵ء میں مولانا کی توجہ سے جامعہ بیت العلوم میں ندوہ کا ترانہ'' ہم نازش وملک وملت ہیں، ہم سے ہیں درخشاں صبح وطن'' پڑھا جاتا تھا، دس گیارہ سال کی عمر میں یاد ہو گیا تھا، اب شعور آنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کو شیخ ومرشد حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اجازت وخلافت بھی عطا کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ صرف ظاہری طور پر ہی صاف وشفاف نہیں بلکہ باطنی طور پر بھی صاف وشفاف ہیں، اسی لئے تو مفکر اسلام نے اعتماد کیا ہے، اور حضرت مفکر اسلام کے خطوط بھی اس پر شاہد ہیں، بہر حال جب سے ہوش سنبھالا ہے تو حضرت مولانا کو بڑا ہی پایا، بلکہ جس زمانے میں حضرت مولانا مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہونے والے تھے تو مادر علمی جامعہ بیت العلوم میں فجر وعصر کے وظیفہ کے بعد جو دعا ہوتی تھی، اس میں یہ جملہ روزانہ کانوں میں پڑتا تھا، اور ہم اس پر آمین کہتے تھے کہ'' یا اللہ مولانا ظریف احمد صاحب ندوی جو مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہونے والے ہیں ان کو جامعہ بیت العلوم میں مبعوث فرما'' اس طرح اللہ تعالی کی مشیت سے حضرت مولانا وہاں مبعوث ہوئے، مگر اللہ تعالی کے نظام کے مطابق جس کی حکمتیں اور مصلحتیں کوئی بھی نہیں جانتا، کچھ دنوں کے بعد مولانا قطر چلے گئے، وہاں انہوں نے دینی خدمات انجام دیں، وہاں رہتے ہوئے انہوں نے جگادھری میں'' معہد الرشید الاسلامی'' ادارہ کو پروان چڑھایا، جس کو وہ اپنے ہندوستان کے قیام کے دوران ہی قائم کر چکے تھے۔

طالب علمی کے زمانے کے بعد سے حضرت مولانا سے کوئی تفصیلی ملاقات یاد نہیں، ۲۰۱۴ء میں راقم کا قطر کا سفر ہوا، وہاں حضرت مولانا سے ملاقات ہوئی، راقم نے اپنی بعض تصنیفات پیش کیں تو اگلے روز حضرت مولانا نے فون کر کے طلب کیا، راقم مغرب میں حاضر ہوا، تصوف کے سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت والا نے ہی راقم کو سلاسل اربعہ اور خاص طور سے حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں اجازت وخلافت سے نوازا، اس طرح انتیس تیس سال کے بعد حضرت والا نے اپنا اسیر بنا لیا اور یہ عظیم دولت اور ذمہ داری راقم کے سپرد کی اور چند دنوں کے بعد جب ۳ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد میں آپ تشریف لائے تو مرکز کی جامع مسجد میں لوگوں کے مجمع میں اس کا خود ہی اظہار واعلان کیا، اللہ تعالی حضرت والا کے اس حسن ظن کی لاج رکھ لے اور اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما لے، اس کے بعد حضرت والا سے تعلق میں اضافہ ہوتا گیا اور حضرت جب بھی ہندوستان تشریف لاتے تو نیاز وملاقات کے لئے ان کے ادارے'' معہد الرشید الاسلامی'' جگادھری میں

حاضر ہوتا، دو سال تک والد صاحب بھی ساتھ جاتے رہے، ۲۰۱۶ء میں ان کے انتقال کے بعد راقم خود ہی جاتا، اس وقت حضرت والا سے خاص تعلق ہے، ان کی توجہات اور دعائیں بھر پور حاصل ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔

اب حضرت والا کی حیات سے متعلق یہ کتاب سامنے آئی، تو اس سے حضرت والا کی زندگی کے نمایاں اور اہم پہلو سامنے آئے، اور اس سے خوشی ہوئی کیونکہ عام طور سے ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ کسی بھی صاحب کمال بزرگ کی وفات کے بعد انکی سوانح حیات اور حالات زندگی لکھے جاتے ہیں، وفات کے بعد آدمی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، ہاتھ مل کے بیٹھ جاتا ہے، لیکن یہ کام اس اعتبار سے بہت اہم قابل قدر اور مفید ہے، کہ حضرت والا کی زندگی اور حالات پر یہ کتاب حضرت کی زندگی میں ہی آگئی، اس لئے قارئین سے امید کی جاتی ہے کہ صاحب سوانح سے رابطہ کر کے ملاقات کریں ان سے فائدہ اٹھائیں گے، اور انکی زندگی کو مشعل راہ بنائیں گے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کے سایہ کو ہمارے سروں پر تا دیر قائم و دائم فرمائے اور امت اسلامیہ کے لئے مفید و مثمر بنائے۔

مصنف کتاب بہت قابل مبارک باد ہیں اور قارئین کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ عظیم کتاب، عظیم شخصیت کے حالات پر تصنیف کی، اور لوگوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا، اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے اجر عظیم عطا فرمائے۔

......بقیہ صفحہ ۲۷ کا

ناشکری اور حرص کا مرض:

اسمارٹ فون سے ناشکری اور حرص کا بھی مرض پیدا ہوتا ہے، کیسے؟ خواتین ویب کیمرہ یا واٹس اپ پر اپنے رشتے داروں کے گھر کی مختلف اشیاء مثلاً پردے، کراکری، کھلونے، کپڑے وغیرہ دیکھ کر ناشکری کرتی ہیں کہ: ”ہمارے پاس یہ سب کیوں نہیں ہے؟“ اسی طرح مختلف ملکوں کے رشتے داروں سے رابطہ ہوتا ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ اپنا گھر دکھاؤ، بیٹھنے کی جگہ دکھاؤ، کراکری، کارپٹ وغیرہ دکھاؤ، جو چیزیں چھپا کر رکھنے کی ہیں، وہ سب لائیو دکھا رہے ہیں، یا ویڈیو بنا کر بھیج رہے ہیں، جن لوگوں کے پاس یہ چیزیں نہیں ہوں گی ان کو حسرت ہوگی، وہ ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہوں گے اور دکھانے والا ریا کے گناہ میں مبتلا ہوگا، یہ سب دکھانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ سب پوچھیں کہ یہ چیز کتنے کی لی ہے؟ اور ہمارا رعب جمے کہ اچھا! اتنی مہنگی لی ہے، اسی طرح اپنی بچیوں کے جہیز کا سامان، زیورات اور کپڑے دوسروں کو موبائل پر دکھانے سے نظر بھی لگتی ہے، پھر روتے ہیں کہ نظر لگ گئی۔

گنجائش سے زیادہ مہنگی چیزیں خریدنے کے لئے قرض لینا:

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہاں اس کو خریدنے کی استطاعت نہیں ہوگی تو قرض لیا جائے گا اور قرضوں میں ڈوبتے چلے جائیں گے، ہر وقت مقروض ہیں، ہر وقت دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں، گھر کی خواتین کی فرمائشیں بھی کم نہیں ہوتیں، جیسے کسی بڑے اسٹور یا شاپنگ مال میں جو جاتا ہے تو یا تو ناشکری کرنے لگتا ہے یا حیثیت سے زیادہ خریداری کرتا ہے، اب جب باہر ملک کی چیزیں دیکھیں گے کہ وہاں سردی کے کپڑے خرید کر کسی کے ساتھ یہاں بھجوا دیں، دن بدن اتنے خرچے بڑھیں گے کہ مقروض ہو کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے، ایسے لوگوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا، کیونکہ نہ موجود نعمت پر شکر ہوتا ہے، نہ قناعت ہوتی ہے، دنیا میں اپنے سے کم والوں کو نہیں دیکھیں گے اور دین میں اپنے سے اوپر والوں کو نہیں دیکھیں گے، اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں راضی نہیں ہوں گے، ناشکری نے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

بشکریہ ماہنامہ مظاہر علوم، سہارنپور، دسمبر ۲۰۲۲ء

☆☆☆☆☆

تعارف

ڈیسینٹ اکیڈمی

برائے حفاظ کرام

مولانا نور حسن قاسمی کوآرڈینیٹر ڈیسینٹ اکیڈمی، مظفرآباد

ڈیسینٹ اکیڈمی مظفرآباد ضلع سہارنپور یوپی میں حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی کاوشوں سے حفاظ کرام کیلئے عصری تعلیم کے حصول کا 4 سالہ کورس حفظ القرآن پلس کے نام سے گذشتہ سال شروع کیا گیا تھا، تاکہ حفاظ کرام کو عصری تعلیم سے ہمکنار کیا جاسکے۔

ماشاءاللہ ایک سالہ کارکردگی کے اچھے نتائج سامنے آئے جس سے ایک اچھی امید کی جاسکتی ہے، اس کورس کے ذریعہ حفاظ کرام، ڈاکٹر، انجینئر، لکچرر، ٹیچر، مینجمنٹ کے ماہر گریجویٹ اور دیگر کورسیس میں مسابقتی امتحانات NEET-IIT JEE-وغیرہ کے ذریعہ داخلے لے سکتے ہیں، یہ چار سالہ کورس چار مرحلوں پر مشتمل ہے۔

(۱) فاؤنڈیشن کورس، مدت (4 ماہ) جس میں انگریزی، ہندی لکھنے اور پڑھنے کے علاوہ حساب کی بنیادی تعلیم کی تربیت دی جاتی ہے، اور آٹھویں کلاس تک کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے۔

(۲) نویں کلاس، مدت (6 ماہ) اس مدت میں جملہ مضامین انگلش میڈیم سے نویں کلاس کی اہلیت کیلئے تیاری کرائی جاتی ہے، انگلش میڈیم دسویں کلاس، مدت (ایک سال) جس میں ایجوکیشن بورڈ کے مطابق اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرنے کی مکمل تیاری کرائی جاتی ہے۔

انگلش میڈیم گیارھویں، بارھویں کلاس، مدت (2 سال) بارہویں کلاس کے ساتھ مسابقتی امتحان NEET-IIT-JEE کی تیاری کرائی جاتی ہے۔

ڈیسینٹ اکیڈمی کا مقصد اچھے اور بہترین معلم و مدرس کے ساتھ ایک اچھا اور با اخلاق ڈاکٹر اور انجینئر بھی تیار کرنا ہے، تاکہ وہ معاشرے میں ایک اچھا اثر پیدا کرسکے، یقیناً حفاظ غیر معمولی طور پر ذہین ہوتے ہیں جو جلد ہی عصری علوم میں دسترس حاصل کرلیتے ہیں، انہیں محض چار سالہ کورس کے ذریعہ اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ وہ مکمل اعتماد کے ساتھ کسی بھی پیشہ وارانہ (B.Voc.) عصری کورس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

اس کورس میں قران حفظ کئے ہوئے 12 سال سے 17 سال تک کے بچوں کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس کورس کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کو یاد کرنے اور روزانہ بلاناغہ اساتذہ کرام کی نگرانی میں پارہ سنانے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی پوری طرح سے نظم کر کے بچوں کو دیندار بنانے کی تمام تر کوششیں کی جاتی ہیں، اس طرح عصری تعلیم حاصل کرنے والے بچے دینی تعلیم سے محروم نہیں رہتے ہیں۔

اس کورس کی اہمیت وافادیت یہ بھی ہے (کہ جو حفاظ اب

تک اپنی کفالت کے لئے چھوٹے موٹے پیشوں جیسے ٹیلرنگ، میکانک وغیرہ پر انحصار کرتے رہے ہیں)اب اس کورس کی بدولت وہ اعلی ڈگریاں حاصل کرکے اپنی امیج تبدیل کرسکتے ہیں اور وہ معاشرے میں ایک اچھا اور بلند مقام حاصل کر کے معیاری زندگی گزار سکتے ہیں۔ ان شاءاللہ

ڈیسینٹ اکیڈمی کی سہولیات وخصوصیات:

ڈیسینٹ اکیڈمی میں مندرجہ ذیل خصوصیات اور سہولیات ہیں:

☆ انگریزی حساب، فزکس، کیمسٹری وغیرہ کے ماہر تعلیم ومجرب ومشفق اساتذہ کرام کی نگرانی میں تعلیم وتربیت کا معیاری نظام۔

☆ پنجوقتہ باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے اکیڈمی میں مسجد۔

☆ مطالعہ کے لیے لائبریری کا نظم۔

☆ ہفتہ واری دینی وتربیتی مجلس کا انعقاد۔

☆ قرآن پاک یاد کرنے اور روزانہ بلاناغہ اساتذہ کرام کی نگرانی میں پارہ سنانے کی ترتیب۔

☆ بچوں کی زندگی دیندار بنے اسکے لئے نصاب وعملی مشق کا اہتمام۔

☆ طلباء کے قیام کے لئے ہوادار ہوسٹل میں بیڈ (تخت) کا مکمل نظم۔

☆ بجلی و پانی کی مکمل سہولیات۔

☆ اچانک بیمار ہونے پر فرسٹ ایڈ (First Aid) کی سہولت۔

☆ اساتذہ کی نگرانی میں کھیل وورزش کا نظم۔

☆ اجتماعی طور پر سنت کے مطابق کھانا کھلانے کا نظم۔

☆ موسم گرما میں ٹھنڈے پانی کے لیے واٹر کولر کا نظم۔

☆ موسم سرد میں گرم پانی کا نظم۔

☆ ہفتہ واری تعلیمی جانچ، بچہ کی گذشتہ ہفتہ کی تعلیمی کمزوری کو آئندہ ہفتہ میں دور کرنے کی ہر ممکن کوشش۔

☆ ماہانہ تعلیمی جانچ جس کے ذریعہ بچے کی تعلیمی کمزوری دور کرنے کے لئے مزید محنت کرا کر آئندہ جانچ میں معیاری کامیابی دلانے کی کوشش۔

☆ چوبیس گھنٹے مشفق اساتذہ کی نگرانی

☆ اکیڈمی مکمل طور پر CC TV کیمروں کی نگرانی میں

داخلے کے لئے شرائط

☆ داخلہ کے وقت بچہ کی عمر ۱۲ ؍سال سے کم نہ ہو۔

☆ اکیڈمی میں حافظ قرآن بچوں کے داخلے کو ترجیح دی جاتی ہے، غیر حافظ بچوں کا داخلہ بشرط گنجائش ہوگا۔

☆ داخلہ کے وقت مکمل فیس جمع کرنی ہوتی ہے۔

☆ داخلہ فیس چھ ہزار روپئے، سالانہ فیس چوبیس ہزار روپئے طے ہے، اسکے علاوہ کتابیں وڈریس خود خریدنی ہوتی ہیں۔

☆ داخلہ کے وقت پیدائش سرٹیفکیٹ کے ساتھ بچہ کا آدھار کارڈ، والد کا آدھار کارڈ، گذشتہ مدرسہ یا اسکول کا تعلیمی واخلاقی تصدیق نامہ اور ٹیسی، اور بچہ ووالد کا پاس پورٹ سائز فوٹو جمع کرنا ہوگا۔

☆ اکیڈمی سے بلا اجازت گھر جانے پر اخراج کیا جاسکتا ہے۔

☆ مہینہ میں تین روز کی اجتماعی چھٹی ہوا کرے گی، اتفاقی رخصت اکیڈمی کے ٹیچر وکوارڈینیٹر کی اجازت پر منحصر ہوگی۔

☆ وضع قطع سنت کے مطابق رکھنی ہوگی۔

☆ خدانا کرے بچہ کے اکیڈمی سے فرار ہونے پر اکیڈمی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی اور نہ ہی ولی کو کسی قسم کی قانونی کارروائی کا

حق ہوگا، البتہ ایسی صورت میں اکیڈمی آپ کو مطلع کرے گی اور اسکی جستجو میں ہر ممکن ساتھ دے گی۔

☆ اکیڈمی میں سرپرست یا ذمہ دار کو جب بھی طلب کیا جائے گا تو ان کو ضرور آنا ہوگا۔

☆ داخلہ کے وقت ولی یا سرپرست کا آنا لازمی ہوگا۔

☆ داخلہ کے وقت امتحان لے کر کلاس طے کی جائے گی۔

☆ موسم کے اعتبار سے ضروری کپڑے ساتھ لے کر آئیں۔

☆ اکیڈمی میں بچہ اور ولی کو مہذب زبان کا استعمال کرنا لازمی ہوگا۔

☆ تعطیلات میں بچہ کو جو بھی کام دیا جائے گا اس کو اپنی نگرانی میں کرانا ہوگا اور اخلاقی اعتبار سے بچہ کی کارکردگی سے اکیڈمی کو مطلع کرنا ہوگا تا کہ بچہ کی تربیت کی جاسکے۔

☆ بلا اشد ضرورت کے بچہ کو رخصت پر نہ لے جائیں اسباق بچہ کے لیے اہم ہیں۔

☆ اپنے بچہ کی تعلیمی کارکردگی کا از خود جائزہ لیتے رہیں کمزوری پر اکیڈمی کے اساتذہ یا کوآرڈینیٹر کو مطلع کریں۔

☆ بچہ میں کوئی عیب نشہ بیڑی سگریٹ، تمباکو وغیرہ کی عادت اگر ہے تو انتظامیہ کو داخلہ کے وقت مطلع کریں تا کہ اس عیب سے حکمت عملی سے اجتناب کرایا جاسکے اور اگر کوئی بیماری لاحق ہے تو بھی مطلع فرمائیں۔

☆ اکیڈمی میں بچہ کو موبائل فون رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

☆ ہفتہ میں یا اشد ضرورت کے وقت اکیڈمی از خود اہل خانہ سے رابطہ کرانے کا انتظام کرے گی۔

☆ بچہ سے ملاقات کے لیے آنے والے وارثین اپنی آمد کی اطلاع قبل از وقت دیں تا کہ انتظامیہ کو سہولت ہو سکے۔

نظام الاوقات:

☆ علی الصبح فجر کی اذان کے وقت سے ۱۵ منٹ قبل بچہ کو اٹھایا جائے گا ضروریات و وضو سے فراغت کے بعد اذان سے نماز فجر تک اساتذہ کی نگرانی میں قرآن پاک کی تلاوت و دور ہوگا۔

☆ نماز فجر کے بعد سورہ یسین شریف کی تلاوت کے بعد اساتذہ کرام کی نگرانی میں قرآن پاک کی تلاوت و دور پون گھنٹہ، اس کے بعد غسل و فریش ہونے اور ناشتہ کے لئے پون گھنٹہ۔

☆ ۱۵ منٹ دعا و ورزش ☆ بعدہ دو گھنٹے عصری تعلیم۔

☆ ۱۵ منٹ وقفہ۔☆ پھر دو گھنٹے عصری تعلیم۔

☆ پھر دوپہر کا کھانا و آرام ظہر کی اذان تک

☆ پھر نماز ظہر اور نماز ظہر کے بعد دو گھنٹے عصر کی اذان تک عصری تعلیم، اردو زبان اور دینیات سے متعلق ضروری مسائل و تربیتی امور۔

☆ نماز عصر کے بعد اساتذہ کی نگرانی میں کھیل و ورزش اور تفریح۔

☆ بعد نماز مغرب قرآن پاک کی تلاوت وسیلف اسٹیڈی (اختیاری مطالعہ) عصری تعلیم و کھانا بعدہ نماز عشا۔

☆ نماز عشا کے بعد سیلف اسٹیڈی عصری تعلیم، وکمزور بچوں کے لئے مزید کلاس کا نظم۔

نوٹ:۔ موسم کی نزاکت و بچوں کی سہولت اور حالات کے پیش نظر نظام الاوقات میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

Contact:8685884573/9050089260

مطبوعات

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

۱-مختصر تجوید القرآن (۲۰/روپئے)
۲-بچوں کی تمرین التجوید (۲۰/روپئے)
۳-جیب کی تجوید (۱۰/روپئے)
۴-رہنمائے سلوک وطریقت (۳۰/روپئے)
۵-مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (۲۰/روپئے)
۶-مکتوبات اکابر (۵۰/روپئے)
۷-حیات عبدالرشید (۲۰۰/روپئے)
۸-بزرگان رائے پور (۵۰/روپئے)
۹-افکار دل (۲۰۰/روپئے)
۱۰-التدخین بین الشرع والطب (۵۰/روپئے)
۱۱-مقالات ومشاہدات (۶۰/روپئے)
۱۲-اللہ ورسول کی محبت (۲۰/روپئے)
۱۳-امامت کے احکام ومسائل (۶۰ روپئے)
۱۴-مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ (۵۰ روپئے)
۱۵-ساز دل (۱۰۰/روپئے)
۱۶-تصوف اور اکابر دیوبند (۴۰/روپئے)
۱۷-میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام (۵۰/روپئے)
۱۸-درد دل (۱۰۰/روپئے)
۱۹-سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (۱۰۰/روپئے)
۲۰-حیات شیخ الحدیث (۵۰/روپئے)
۲۱-گذرگاہیں (۶۰/روپئے)
۲۲-عقائد اور ارکان اسلام (۲۰/روپئے)
۲۳-سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۳۰/روپئے)

۲۴-ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ (۷۰/روپئے)
۲۵-تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (۹۰/روپئے)
۲۶-تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ (۱۵۰/روپئے)
۲۷-تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۳۰/روپئے)
۲۸-تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوریؒ (۳۰/روپئے)
۲۹-تذکرہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ (۸۰/روپئے)
۳۰-تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (۳۰/روپئے)
۳۱-تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (۵۰/روپئے)
۳۲-نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ (۱۰۰/روپئے)
۳۳-کامیابی کے اصول اور اللہ کے مقبول بندے (۳۰/روپئے)
۳۴-چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول (۳۰/روپئے)
۳۵-قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت (۳۰/روپئے)
۳۶-فقہ حنفی کے مراجع اور انکی خصوصیات (۳۰/روپئے)
۳۷- القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة (۳۰/روپئے)
۳۸-الامامۃ فی الصلوۃ ومسائلہا واحکامہا (۸۰/روپئے)
۳۹-ریاض البیان فی تجوید القرآن (۵۰/روپئے)
۴۰-چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (۲۰۰ روپئے)
۴۱-ماں باپ اور اولاد کے حقوق (۳۰/روپئے)
۴۲-لڑکیوں کی اصلاح وتربیت (۳۰/روپئے)
۴۳-مختصر تذکرہ حضرت شیخ الہندؒ (۳۰/روپئے)
۴۴-اسلام میں پردہ کی اہمیت (۳۰/روپئے)
۴۵-سیرت النبی الاکرمؐ (۳۰/روپئے)
۴۶-میری والدہ مرحومہ (۴۰/روپئے)

۴۷-دوآب دار موتی (۳۰/روپئے)
۴۸-یتیموں کی کفالت (۳۰/روپئے)
۴۹-توشۂ آخرت (۲۰۰/روپئے)
۵۰-دو دن کا سفر (۲۰۰/روپئے)
۵۱-حیات ازہری (۱۰۰/روپئے)
۵۲-ذکر محبوب (۲۰۰/روپئے)
۵۳-الفرائد فی عوالی الاسانید وغوالی الفوائد (۳۰۰/روپئے)
54- Rules of Raising Funds
55- Beliefs and Pillars of islam (Rs.20)
56- The Laws Pertaining to Imamat (Rs.100)
57- The Rights of Perents and children (Rs.20)
58- Guidelines for Sulook and Tareeqat(Rs.80)
59- Tasawwuf and tha Elders of
60- Tasawwuf and tha Elders of Deoband (Rs.40)
61-A Biogrophy of the Noblest Nabi (Rs.50)
62- Life Sketch of Hadhrat Thanwi (Rs.40)
63- My Sheikh and Spiritual Guide (Rs.40)
64- Importance of Hijab in islam (Rs.30)

ملنے کا پتہ: مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)
Mob: 09719831058